عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوت

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۹ | ۷ تا ۱۵؍ جمادی الاول ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱؍ دسمبر ۲۰۲۰ء | شمارہ: ۴۸

اللہ والوں کی توہین

غضبِ الٰہی کا سبب

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا

مفتی محمد نعیم ولی خان کی رحلت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

زندوں اور مرحومین کے لئے دعائے مغفرت

س:……کیا زندہ لوگوں کے لئے بھی استغفار کرسکتے ہیں اور کیا اس کا فائدہ بھی ہوتا ہے؟

ج:……استغفار زندہ اور مردہ سب لوگوں کے لئے کیا جاسکتا ہے اور یہ دعا کرنی چاہئے: ’’اللّٰھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات‘‘ اور اردو میں یہ الفاظ کہہ لے کہ: اے اللہ! میری اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کی بخشش فرما۔ استغفار کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص پوری امت کے لئے استغفار کرے اللہ تعالیٰ اس شخص کی بھی مغفرت اور بخشش فرمادیتے ہیں اور جس شخص کے لئے بہت سے مسلمان استغفار کررہے ہوں، اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے ان لوگوں کی بھی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ گویا پوری امت کے لئے استغفار کرنے کا فائدہ خود استغفار کرنے والے کو بھی پہنچتا ہے اور جن کے لئے استغفار کیا جائے ان کو بھی پہنچتا ہے۔ استغفار کے معنی بخشش کی دعا مانگنے کے ہیں، جس کے لئے استغفار کیا جائے گویا اس کی مغفرت کی شفاعت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کی شفاعت کو قبول فرماتے ہیں۔

غیر مسلموں کے لئے استغفار کرنا

س:……کیا غیر مسلم کے حق میں استغفار کرسکتے ہیں؟ زندہ، مردہ دونوں صورتوں کا کیا حکم ہے؟

ج:……استغفار صرف مسلمانوں کے حق میں کیا جاسکتا ہے، غیر مسلم کے حق میں اگر زندہ ہوں تو ہدایت کی دعا کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمادے اور دین کی دولت عطا فرمادے۔ غیر مسلم کے مرنے کے بعد اس کے حق میں استغفار اور بخشش کی دعا مانگنا جائز نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے غیر مسلم کے مرنے کے بعد ان کے حق میں استغفار سے منع فرمایا ہے۔

ایصالِ ثواب

س:……کیا زندہ لوگوں کے لئے بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے؟ یا صرف مرحومین کے واسطے ہی کرسکتے ہیں؟

ج:……استغفار کی طرح ایصالِ ثواب بھی زندہ اور مردہ سب مسلمانوں کے لئے کیا جاسکتا ہے، بلکہ افضل طریقہ بھی یہی ہے کہ تمام مسلمانوں کے حق میں دعا اور استغفار کرے۔ اسی طرح ایصالِ ثواب بھی، مگر مرحومین مسلمانوں کے ایصالِ ثواب اور استغفار کے زیادہ مستحق اور ضرورت مند ہیں۔ ان کے لئے اہتمام سے کرنا چاہئے۔ آج ہم مرحومین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے تو کل ان شاء اللہ! ہمارے لئے بھی دعائے خیر کرنے والے ہوں گے، جب ہمیں اس کی ضرورت ہوگی۔ تمام مسلمانوں کو اپنی نیکیوں اور دعاؤں میں یاد رکھنا چاہئے۔

بالوں میں جیل لگا ہونے کی صورت میں وضو

س:……اگر بالوں میں جیل (بالوں کی کریم) لگا ہوا ہو تو کیا وضو اور غسل ہوجائے گا یا نہیں یا پہلے جیل ہٹانا ہوگا؟

ج:……اگر جیل ایسا ہے کہ وہ بالوں کو پانی پہنچنے سے روکے تو بال خشک رہ جائیں گے تو ظاہر ہے ایسی صورت میں نہ وضو درست ہوگا نہ ہی غسل۔ کیونکہ فرض غسل میں ایک بال بھی خشک رہ جائے تو غسل مکمل نہیں ہوگا۔ جب تک جیل کو بالوں سے ہٹا کر اچھی طرح سے بال دھوئے نہ جائیں اور وضو میں تو مسح کرنا ہوتا ہے، اگر جیل لگا ہوا تو عین ممکن ہے کہ پانی بالوں تک پہنچے گا ہی نہیں، ایسے میں مسح درست نہیں ہوگا اور وضو بھی نہیں ہوگا۔

ہفت روزہ ختم نبوت

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۹ — ۱۵تا۲۷ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ دسمبر ۲۰۲۰ء — شمارہ:۴۸

اس شمارے میں!

حضرت مولانا مفتی زرولی خانؒ کی رحلت	۴	محمد اعجاز مصطفی
کورونا.... عذاب الٰہی کی ایک شکل	۸	مولانا محمد قاسم
اللہ والوں کی توہین... غضب الٰہی کا سبب	۱۰	مولانا مفتی محمد صادق قاسمی
صبر کے درجات (۲)	۱۳	مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
خوشامد و چاپلوسی کا وبال	۱۵	مفتی محمد وقاص رفیع
امت محمدیہ کی فضیلات	۱۷	حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خانؒ
سیرت پاک کے چند روشن ابواب!	۲۱	حافظ محمود راجا، سجاول

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا:۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ:۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک:۷۰ ڈالر

فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی:۳۵۰ روپے، سالانہ:۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون:۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس:۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون:۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خانؒ کی رحلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے محبّ و عاشق صادق، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے فاضل، جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کے بانی، رئیس، شیخ الحدیث والتفسیر، کتب کثیرہ کے مؤلف، مسلک اہل سنت کے پاسبان، علماء دیوبند کے ترجمان، ہزاروں علماء کے استاذ ومربی، محقق عالم دین شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد زرولی خان ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ مطابق ۷ دسمبر ۲۰۲۰ء بروز پیر بعد نماز عشاء اس دنیائے رنگ وبو کی ۶۸ بہاریں گزار کر داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے دار فنا سے رخ موڑ کر دار البقاء کی طرف محو سفر ہوگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل شیئی عندہ باجل مسمّٰی۔

حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خانؒ کی پوری زندگی قال اللہ وقال الرسول پڑھتے اور پڑھاتے ہوئے گزری۔ آپ نے اپنی تحقیق اور کتاب و سنت کی روشنی میں جس چیز کو حق وسچ جانا بانگ دہل نہ صرف یہ کہ خود اس پر عمل کیا، بلکہ بلاخوف لومۃ لائم اس کے داعی بھی رہے۔ انہوں نے کبھی اس چیز کی پروا نہیں کہ کون اس پر راضی ہوتا ہے اور کون ناراض ہوگا۔ آپ نے ہمیشہ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ ادا کیا۔ بدعات ورسومات سے ان کو حد درجہ چڑ تھی، وہ ہمیشہ احیائے سنت کے محرک اور قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کے داعی تھے۔ آپ جہاں مدرسہ کے طلبا کو درس نظامی کا نصاب پڑھاتے تھے، وہاں عوام الناس کی تعلیم وتعلم کے لئے درس قرآن دینے اور ترجمہ قرآن پڑھانے کے لیے بھی اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے تھے، جس سے خلق کثیر آپ سے مستفید ہوئی۔

آپ ادارہ کے مہتمم، شیخ الحدیث، شیخ التفسیر کی حیثیت سے اور تصنیف وتالیف میں مشغولیت کے باوجود اپنی مسجد میں پنج وقتہ نماز کی امامت خود کیا کرتے تھے۔ ایسا کم دیکھا گیا ہے، اس لئے کہ جن علماء کرام کے ذمہ اہتمام کی بنا پر متفرق ومتنوع امور کی انجام دہی منسلک ہو، ان کے لئے پانچ وقت کی امامت کی پابندی مشکل امر ہے، لیکن آپ نے تاحیات اس کو بڑے عمدہ سلیقے سے نبھایا۔

مولانا زرولی خان صاحب شخصیت سازی، طلبا پروری، تفقہ فی الدین، جرأت وحمیت، ظاہر وباطن کی پاکیزگی، تقویٰ وپرہیزگاری جیسی کتنی اوصاف حمیدہ کے حامل تھے۔ آپ اردو، فارسی، عربی اور پشتو زبانیں جانتے تھے۔ حدیث کے علمی مسائل، فقہی اختلافات کے دلائل، تفسیر کی مشکلیں اور اکابر کی تاریخ پر ان کی گہری نظر تھی اور ہمیشہ اپنے اصاغر کو اپنے قول وعمل سے اکابر سے جوڑنے کا کام کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں وہ سواد اعظم کی تحریک کا

حصہ بنے اوراس میں فعال کردارادا کیا،لیکن اس کے بعدوہ ہمیشہ یکسو ہوکر علم وتحقیق، تدریس وتقریراور تصنیف وتالیف کے ذریعہ امت مسلمہ کی راہبری و راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اوراپنے اکلوتے فرزند جن کا نام نامی محدث العصر حضرت علامہ محمدانورشاہ کشمیریؒ سے محبت وعقیدت کی بناپر انورشاہ رکھا،اور شروع ہی سے ایک خاص انداز میں ان کی تربیت فرماتے رہے اورآج وہ بیٹا آپ کی رحلت کے بعد آپ کا علمی جانشین ہے، جوان شاءاللہ! حضرت کے صدقات جاریہ کو آگے سے آگے لے جائے گا،جس کا اجروثواب حضرت کو تاقیامت ملتارہے گا،جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

’’اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلث: الامن صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوله۔‘‘ (رواہ مسلم،مشکوٰۃ ص:۳۲)

یعنی جب انسان فوت ہوجاتا ہےتواس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے،مگر تین اعمال ایسے ہیں جن کا اجروثواب برابر پہنچتارہتا ہے۔ایک صدقہ جاریہ جیسے مساجد، مدارس، رفاہی ادارے، پانی کا کنواں، پل وغیرہ ۲:... وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے اور۳:... نیک اولاد جو اپنے والدین کے لئے دعا کرے۔

الحمدللہ! حضرت کو یہ تینوں اعزاز حاصل تھے۔آپ نے صدقہ جاریہ بھی کئے، طلبا، علماءاور تصنیف وتالیف کی صورت میں علم دین چھوڑ گئے اور ایک بیٹا جو’’ولد صالح يدعوله‘‘ کا صحیح مصداق ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ آپ علم اور علماء کی اہمیت اور فضیلت بہت زیادہ بیان کیا کرتے تھے۔جب بھی کسی عالم دین اور بزرگ کا تذکرہ آتا تو بڑے ادب اوراونچے اونچے القابات سے انہیں یاد کیا کرتے تھے۔آپ اکابر علماء کے حددرجہ قدردان، ان کی یادگار، اور ٹھوس علمی رسوخ رکھتے تھے۔ خصوصاً امام العصر حضرت کشمیریؒ اوران کے علوم کے ترجمان محدث العصر حضرت بنوری نوراللہ مرقدہما کے علوم کے امین، حافظ وشارح تھےاوراپنے تفسیر وحدیث کے دروس میں بہ کثرت ان دونوں اکابر کا تذکرہ اور حوالے دیا کرتے تھے۔تحریر میں بھی آپ کا یہی انداز ہوتا ہے۔گویا آپؒ حضرت علامہ سیّد انورشاہ کشمیری، حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری قدس سرہما پر دل وجان سے فدا نظر آتے تھے، جب بھی ان ہردواستاذ وشاگرد کا تذکرہ فرماتے تو بہت اونچے الفاظ سے انہیں یاد فرماتے۔

آپ غالباً ۱۹۵۳ء میں خیبر پختونخوا کے ایک شہر جہانگیرہ میں جناب محمد عاقل ولد عمر دین کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کا خاندانی پیشہ زراعت اور باغبانی تھا،آپ کی والدہ ماجدہ متقیہ، عابدہ، زاہدہ خاتون تھیں، جنہوں نے علاقہ کے ایک عالم مولانا فضل الٰہی صاحب سے وہاں کا رائج بارہ سالہ نصاب پڑھ رکھا تھا، حافظ قرآن نہ ہونے کے باوجود تلاوت قرآن کی پابندی کی بناپر آس پاس قرآن پڑھنے والوں کی غلطی کی تصحیح کردیا کرتی تھیں۔حضرت مولانا خود لکھتے ہیں:

’’والدہ صاحبہ جہانگیرہ کے علماء کبار کے تذکرے ایسی عظمت اور محبت سے فرماتیں کہ وہی علم دین پڑھنے کی رغبت وشوق کا اساس ثابت ہوا۔حضرت اقدس مولانا لطف اللہ اور حضرت مولانا عبدالحنان صاحب دامت برکاتہم کے تذکرہ میں یہ ضرور فرماتیں تھیں کہ وہ ’’دیوبند پاس، ہیں‘‘اور یہ اس شان واحترام سے فرماتی تھیں جیسے آسمان کے نیچے اورزمین کے اوپراس سے بڑی عزت اورشرافت کوئی اور نہیں،یوں دیوبند کے علماءاور خود دیوبندیت سے عقیدت ومحبت خون اورفطرت میں شامل ہوگئی۔‘‘

آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ محلّہ کی جامع مسجد کے امام حضرت مولانا احسان الحق صاحب المعروف بہ’’صاحب حق صاحب‘‘ سے

پڑھا تھا۔ فارسی کی ابتدائی مشہور کتاب پنج گنج، فقہ میں خلاصۂ کیدانی اورقدوری حصہ اول بھی انہی سے پڑھا تھا۔

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب دامت برکاتہم جوعلم وعمل کے پیکر، کردار وگفتار کے جامع، اللہ کے فضل سے گھر سے خاصے متمول اور دارالعلوم دیوبند کے قدیم فاضل جنہوں نے شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ جیسے عمائدین سے ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۵ء کے آس پاس دورۂ حدیث مکمل کرکے اعلیٰ نمبروں میں فراغت اور فضیلت حاصل کی تھی۔ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں آپ نے تقریباً تین سال کسب فیض کیا ہے۔ اس دوران صرف ونحو، منطق اورترجمہ قرآن دومرتبہ اور فارسی میں گلستان، میٹرک کے ساتھ ساتھ حضرت کے یہاں کافیہ تک اور صرف میں فصول اکبری اور شافیہ تک اور منطق میں تہذیب اور بدیع المیزان تک اورفقہ میں شرح الوقایہ اولین اور آخرین تک پڑھنا نصیب ہوا۔ حضرت نے مفید الطالبین آپ کو پڑھائی جوادب کی ابتدائی کتاب تو نہیں لیکن ابتدائی چٹ پٹے اورظرافت کی حامل کتاب ضرور ہے، مفید الطالبین ختم ہونے کے بعد حضرت اپنے گھر سے نفحۃ الیمن لے آئے جوحضرت والا کو دارالعلوم دیوبند میں کسی امتحان میں امتیازی نمبروں میں پاس ہونے کے انعام میں ملی تھی۔ پھر حضرت مولانا عبدالحنان صاحب آپ کوامام التاریخ حضرت مولانا لطف اللہ صاحب کی خدمت میں لے گئے اوران سے کہا کہ یہ بچہ اسکول پڑھ رہا ہے اوراعلیٰ نمبروں سے پاس ہوتا ہے اوراپنے دین کا پورا پابند اور باذوق ہے، غریب گھرانے سے ہونے کے باوجود طلب علمی میں خوب ذوق وشوق رکھتا ہے۔ حضرت مولانا لطف اللہ صاحب نے آپ کو فرمایا کہ میں اس دور کے بے ذوق لوگوں کو دیکھ کر پڑھانا چھوڑ چکا ہوں، لیکن آپ کا ذوق وشوق دیکھ کر شاید مجھے نئے سرے سے پہلے سے بڑھ کر پڑھانا ہوگا۔ حضرت والا سے کافیہ اور شرح وقایہ کی تکمیل، علم معانی میں مشہور رسالہ ''صمدیہ'' اور نفحۃ الیمن مکمل اور نفحۃ العرب اور کفایۃ المتحفظ اور الطریف الادیب الظریف اور مقامات کے ابتدائی پانچ مقامے پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب لکھتے ہیں کہ: استاذ گرامی مولانا لطف اللہ صاحبؒ امام العصر محدث کبیر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کے خاص شاگرد تھے اور غالباً ۱۹۲۷ء میں شاہ صاحب سے دیوبند میں دورۂ حدیث مکمل کرکے ہر کتاب میں اول پوزیشن حاصل کی تھی۔ آپ محدث العالم شارح ترمذی علوم انور شاہ کے امین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ سے تعلیم میں ایک سال آگے تھے، جس سال آپ دورۂ حدیث میں تھے، یہ سال حضرت بنوریؒ کا مشکوٰۃ وغیرہ کا سال تھا۔ بعد میں حضرت بنوری اور حضرت مولانا لطف اللہ صاحب پشاوری برسہابرس اکٹھے رہے اور پھر کراچی میں حضرت بنوریؒ نے جب جامع مسجد نیوٹاؤن سے متصل مدرسہ عربیہ اسلامیہ قائم کیا (حال جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)، اپنے دیگر قابل ساتھیوں کے ساتھ پہلا انتخاب اپنے مدرسے کی تدریس کے لئے حضرت بنوریؒ نے حضرت مولانا لطف اللہ صاحبؒ کا کیا۔ آپ اس کا ذکر کرکے فرماتے ہیں کہ میں سات سال ساتھ رہا ہوں، سورۂ یوسف کی آیت سبع سنین دابا پڑھتے تھے۔ حضرت الاستاذ مولانا لطف اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ: بخاری شریف بہت سے لوگ پڑھاتے ہیں مگر بخاری کے لئے بخاری کی ٹکر کا عالم چاہئے اور وہ عالم اسلام میں صرف مولانا محمد یوسف بنوری ہیں۔ آپ حضرت بنوریؒ کے گہرے دوست بقول استاد محترم مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ یار غار اور یار غربت تھے۔ جب حضرت بنوریؒ کے مراحل حیات، مصائب وشدائد اور علمی صلاحیتوں کا ذکر فرماتے تو آپ پر رقت طاری ہوجاتی تھی اور بہت کم ایسا ہوا کہ حضرت بنوریؒ کے تذکرے میں آپ آبدیدہ نہ ہوئے ہوں۔ عجیب بات دیکھی کہ حضرت علمی صلاحیت کے ساتھ ان کی طہارت وتقدس کے گرویدہ اور بعینہٖ یہی الفاظ حضرت بنوریؒ سے حضرت مولانا صاحب کے بارے میں سنے۔ گویا علم اور طہارت کے دو مینار تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے ہم جیسے ناکاروں

کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائی: ”گرچہ خردیم و لے نسبت بزرگ داریم“

احب الصالحین ولست منھم　　　لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

حضرت مولانا موصوفؒ حضرت بنوری قدس سرہ سے پہلی ملاقات کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ:

”سردار عبدالقیوم خان نے راولپنڈی میں حضرت مولانا مفتی محمود اور حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری اور غالباً حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہم کو کشمیر میں آئین نافذ کرنے کے لئے خاکہ بنانے کے لئے طلب کیا تھا۔ حضرت پشاور جاتے ہوئے راستے میں تعزیت کے لئے نوشہرہ اترے۔ یہ عاجز و فقیر اپنے بزرگ مولانا محمد غلام صاحب کے ہمراہ تعزیت کے لئے نوشہرہ حاضر ہوا، میں جب پہنچا تو حضرت نے فرمایا: آؤ ہاتھ ملاؤ۔ یہ مولانا محمد یوسف صاحب ہیں، آمد سے پہلے حضرت والا، حضرت بنوری سے بات کر چکے تھے۔ میں نے مصافحہ کیا اور قریبی چارپائی کی پائینتی کی طرف بیٹھ گیا، حضرت بنوریؒ خاکی رنگ کی شیروانی زیب تن فرمائے ہوئے تھے اور نہایت بارونق بخاری ٹوپی پر سفید ململ کی باوقار پگڑی باندھے ہوئے تھے اور شان و شوکت کی لاٹھی ہاتھ میں تھی، چند قدم کے فاصلے پر حضرت کو پشاور لے جانے کے لئے عمدہ قسم کی کار جس کے ساتھ خدام کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ اس عاجز کو دیکھ کر حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ: آپ اوائل شوال میں ہمارے یہاں داخلہ کے لئے آجایئے اور یوں جہانگیرہ سے کراچی حضرت بنوریؒ کے مدرسے پاکستان کے دارالعلوم دیوبند اور وقت کے جامعہ ازہر اور ایشیا کی لاثانی علم و عمل کے معدن میں آنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سبب بنایا۔ اوائل شوال میں، میں کراچی پہنچا۔ جب میں داخل ہوا تو حضرت بنوریؒ سے ہاتھ ملایا، حضرت نے فرمایا داخلے بند ہو چکے ہیں، میں نے حضرت مولانا لطف اللہ صاحب جہانگیرہ والے بزرگ کا خط نکال کر ان کے ہاتھ میں رکھا، حضرت نے خط دیکھتے ہی فرمایا: معاف کیجئے معاف کیجئے، آپ کا داخلہ تو شعبان میں اس مدرسہ کے بانی اور پہلے مدرس نے کرایا ہے اور بڑے دلکش اور باوقار لہجے میں فرمایا: اسماعیل بھائی صاحب جلدی فارم دیں۔ بہرحال داخلہ فارم لے کر بھر دیا گیا اور ہمارا داخلہ فارم برائے امتحان حضرت مولانا محمد صاحب سواتی جو قدیم استاذ ہیں اور دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سے فاضل ہیں۔ بہرحال ان کے پاس میرا امتحان آیا کافیہ میں مشہور مقام ”و الثالث ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر“ کی عبارت مجھ سے پڑھوا کر تشریح کرنے کا حکم دے دیا۔ اس عاجز کو کافیہ زبانی یاد ہے جو کتاب یاد ہو، اس پر دسترس آسان ہوتی ہے، میں نے اس کی شرح میں ابن الانباریؒ کے کچھ اشعار بھی پڑھے۔ حضرت نہایت محظوظ ہوئے اور پوچھا کہ کافیہ اور مقامات کس سے پڑھی ہیں؟ میں نے حضرت اقدس حضرت مولانا لطف اللہ صاحب کا نام بتایا، حضرت کا نام سن کر وہ اور بھی زیادہ خوش ہوئے اور فرمایا: وہ تو تاریخ اور ادب کے امام ہیں اور میں نے تخصص فی الحدیث انہی سے کیا ہے اور مقدمہ ابن خلدون میں ہمارے عظیم اور مقتدر استاد تھے اور احتراماً فرمایا کہ: حضرت الاستاذ کے شاگردوں سے میں مزید امتحان نہیں لیتا اور مجھے درجہ رابعہ کی بجائے درجہ خامسہ میں داخلہ دینے کا حکم دے دیا۔ میں نے عرض کیا کہ: میری شرح جامی اور نورالانوار جیسی اہم کتب رہ جائیں گی، اس لئے مجھے رابعہ ہی میں برقرار رکھئے۔ حضرت نے بھی میری درخواست پر خوشی کا اظہار فرما کر فرمایا: گاؤں سے نئے نکلے ہو، اس درجہ کے بیشتر اسباق پڑھ چکے ہو، اس لئے زیادہ پختہ رہ سکو گے۔ یوں ۶ رشوال ۱۹۷۳ء کو کراچی میں میری آمد ہوئی اور ۷ رشوال ۱۹۷۳ء کو میرا داخلہ درجہ رابعہ میں ہوا۔ یوں درجہ رابعہ، خامسہ،

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

’’کورونا‘‘ عذابِ الٰہی کی ایک شکل

اور ہمارا طرزِ عمل

مولانا محمد قاسم، کراچی

سال ۲۰۲۰ء جاتے جاتے ایک خدائی عذاب ’’کورونا کی وبا‘‘ اور علماء، صلحا، اتقیا و بزرگان دین کی اموات کے گہرے صدمے کا اثر چھوڑے جارہا ہے۔ جب اس سال کی ابتدا ہوئی تو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ہم ان حادثوں سے دوچار ہوسکتے ہیں۔ اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے چل چلاؤ کا سلسلہ جاری ہے۔ دنیا میں آنے والے ہر انسان کا یہاں سے چلے جانا بھی مقدر ہے۔ ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: ’’خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سکرات الموت کی تکلیف دیکھنے کے بعد اب ہمیں ہر غم وحادثہ معمولی لگتا ہے۔‘‘ اگر یہ دنیا کسی کے رہنے کے لئے بنی ہوتی یا یہاں ہمیشہ رہنا مقدر ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اس کا استحقاق کون رکھتا تھا؟ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پردہ فرماگئے تو اب اہلِ ایمان کے لئے اس دنیا کی کوئی وقعت وحیثیت باقی نہیں رہ جاتی۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سلسلہ بھی گزرے وقتوں میں جاری رہا ہے۔ قرآن کریم میں پچھلی کتنی ہی امتوں کے احوال میں اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی عذاب کا ذکر موجود ہے۔ پس آج کورونا کی وبا اور اس سال پے درپے علماء وصلحا کی اموات صفحۂ قرطاس پر کوئی نیا باب نہیں، البتہ ہم سب کے لئے کئی پوشیدہ اسباق اور عبرت آموز واقعات کو محیط ہے۔

کورونا، سال گزشتہ کے اواخر میں دنیا میں متعارف ہوا، پاکستان میں اس کے اثرات فروری ۲۰۲۰ء میں درآئے اور ایک ماہ کے اندر اندر یہ ملک لاک ڈاؤن کی صورت میں ایک گہری خاموشی اور سناٹے میں چلا گیا۔ رمضان المبارک گزرنے کے بعد معمولاتِ زندگی بحال ہونا شروع ہوئے اور امید ہو چلی تھی کہ اب ہم اس وبا سے محفوظ نکل آئے ہیں کہ اب سال رفتہ کے آخری ہفتوں میں ایک بار پھر اس کی بازگشت سنائی دینے لگی ہے۔ بعض علماء دین اور مختلف شعبۂ ہائے زندگی کی معروف شخصیات کے علاوہ عوام الناس کی ایک بڑی تعداد بھی کورونا کا شکار ہوکر موت کے منہ میں جاتی بتائی گئی ہے۔ حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہیں، بہرحال! کورونا کی وبا کا انکار تو نہیں کیا جاسکتا، لیکن بدقسمتی سے وبائی دنوں میں طبعی موت مرنے والے بھی وبا کا شکار شمار کرلئے جاتے ہیں اور پھر موت کا خوف عام ہوتا چلا جاتا ہے۔ صحت کے حکومتی ناقص اقدامات، لاک ڈاؤن میں غریب ومتوسط طبقہ کی بے حالی اور موجودہ حکومت کے مہنگائی پر قابو نہ پانے کی وجہ سے فقر وفاقہ اور افلاس کا جو عفریت سر اٹھائے کھڑا ہے، اسی نے بھی موت کا جال پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے، لیکن وائے افسوس کہ ان تمام امور کی جانب مقتدر حلقوں اور اربابِ اختیار کی توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

ایک المیہ جس کی جانب شاید نگاہ نہیں کی جارہی، راقم کے خیال میں یہ ہے کہ جب سے کورونا کی وبا پھیلی ہے، تب سے اب تک عام مسلمانوں کے احوال پہلے سے زیادہ مختلف نظر نہیں آرہے۔ یعنی پہلے جس طرح فحاشی وعریانی، جھوٹ وبدعنوانی، رشوت اور حرام کمائی، نمازوں سے غفلت، اللہ کی یاد سے بے اعتنائی وغیرہ گناہ عام تھے، آج کورونا کی دوسری لہر کے دوران بھی یہ سب اسی طرح نظر آتا ہے۔ کتنے مسلمان ہیں جو یہ سوچ کرکہ کورونا اللہ کے عذاب کی ایک شکل ہے، اس کی ہم سے ناراضی کے باعث یہ عذاب ہم پر نازل ہوا ہے، اس کی مرضی کے بغیر یہ کسی پر اثرانداز نہیں ہوسکتا، اللہ کے سامنے گڑگڑائے اور توبہ واستغفار کرکے اپنی سابقہ زندگی سے تائب ہوئے، نمازوں کے پابند بن گئے؟ کیا ہماری مساجد پہلے سے بڑھ کر آباد نظر آرہی ہیں؟ کیا ذکر الٰہی کے حلقوں میں پہلے سے زیادہ ازدحام ہوگیا ہے؟ کیا تلاوت، ذکر واذکار اور دعاؤں کا اہتمام بڑھ گیا ہے؟ انفرادی احوال تو ہر مسلمان کے اپنے ہوتے ہیں، لیکن قوموں پر جب اجتماعی

عذاب اترے تو علانیہ توبہ کے بغیر اور اجتماعی استغفار کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔

ہمارے عوام جو کورونا کی وبا میں مساجد کے بند نہ کرنے اور نماز باجماعت کا اہتمام کروانے میں پیش پیش رہے اور اس جذبہ کا اظہار کرتے رہے کہ پابندیوں کا اطلاق عبادات پر نہ ہو، کیا مساجد کو آباد رکھنے اور نمازیوں کے مجمع کو بڑھانے میں بھی کوئی کردار ادا کر رہے ہیں؟ یہ سب کے لئے سوچنے کا مقام ہے۔

سب سے بڑی ذمہ داری جو امت مسلمہ کے حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے اور باوجود اس قیامت کے برپا ہونے کے انہوں نے وہ ادا نہیں کی، کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جو تا قیامت انسانیت کے لئے مشعل راہ ہیں، ان پر عمل پیرا ہو کر پھر ان کے نفاذ کی کوششوں سے یہ اب تک بری الذمہ نہ ہو سکے ہیں، بلکہ نظر یہ آتا ہے کہ مغرب کو اپنا قبلہ بنایا ہوا ہے، مادہ پرستی ان کا وظیفہ بن چکا ہے اور ہر چیز میں غیروں کی تقلید کی جاتی ہے۔ اسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر بدعت قبیحہ کی جانب چل رہے ہیں۔ اگر یہ عذاب الٰہی بھی انہیں نہیں ڈراتا اور نظام الٰہی کے نفاذ کی فکر ان میں اجاگر نہیں ہوتی تو انہیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ کہیں ان کے دل سخت تو نہیں ہو گئے ہیں جو نصیحت قبول نہیں کرتے۔

ہمارے دینی و مذہبی راہنماؤں اور علماء کرام نے اس ملک میں اسلام کے اصل تشخص کو برقرار رکھنے کی ہمیشہ کوشش کی ہے اور بے دینی و آزادی فکر کے سیلاب کے آگے بند باندھا ہے۔ کورونا کی وبا کے دوران بھی شعائر اسلامی و اجتماعی عبادات کا جو رنگ ڈھنگ باقی رہا، وہ اسی طبقہ کی کاوشوں کی بدولت ہے۔ اسی طرح مدارس دینیہ کے مفتیان کرام نے کورونا کے دوران پیش آنے والے جدید مسائل مثلاً ماسک پہن کر نماز پڑھنا، مسجد میں جمعہ کے اجازت نہ ملنے کی صورت میں گھروں میں اس کا انعقاد، کورونا سے وفات پانے والے شہداً کی نماز جنازہ وغیرہ وغیرہ بہت سارے مسائل میں قرآن کریم اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں بروقت و برحق راہنمائی فراہم کر کے اپنا فریضہ ادا کیا ہے اور سرخرو ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائیں اور ہمیں ان کی قدردانی کرنے اور ان سے مزید مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

اے کاش کہ عصری تعلیمی اداروں کے فیض یافتہ اور اعلیٰ ڈگری ہولڈرز بھی کورونا کی تشخیص سے لے کر اس کے علاج، اس کے پھیلاؤ کو روکنے اور ویکسین کی ایجاد میں اپنی صلاحیتوں اور ہنر کا مظاہرہ کرتے تو ہمیں فخر ہوتا کہ ہمارا ملک دین و دنیا دونوں کے پیش آمدہ مسائل کے حل کی صلاحیتوں سے مالا مال ہے اور بجا طور پر عالم اسلام کی قیادت کر سکتا ہے! بجائے اس کے، موت کا خوف پھیلانا، عام اموات کو بھی کورونا میں شمار کر لینا، عوام کے حوصلے بلند کرنے کی بجائے پست کرنا اور صرف احتیاط پر ہی سارا زور دے کر خود کو عہدہ برآ سمجھ لینا، سمجھ نہ آنے والی بات ہے۔

کورونا کی وبا میں احتیاطی تدابیر اور ایس او پیز پر عمل ہمارے لئے ثانوی درجہ ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع، اپنی سیئات پر توبہ استغفار، نماز، روزے، زکوٰۃ، حج اور دیگر فرائض کی پابندی کا عزم، سچ بولنے، اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ، نیک نیتی سے ملکی و ملی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی فکر، فحاشی و عریانی کو روکنے اور حیا و پردہ کو عام کرنے کی ضرورت، دینی و عصری تعلیم کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش، دین اسلام کو اپنی ذات سے لے کر رب کی کائنات تک پھیلانے کا جذبہ اور اس پر عمل ہمارے لئے اولین درجہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق سے نوازیں، آمین۔ ☆☆☆

مفتی محمد زرولی خانؒ کی رحلت سے امت ایک جری عالم دین سے محروم ہوگئی: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کراچی (پ ر) مفتی محمد زرولی خان جید عالم دین، مفسر و محدث اور بلند پایہ فقیہ تھے۔ آپ حق گوئی اور جرأت مندی کے علمبردار تھے اور حق سچ کہنے میں کسی مداہنت کے قائل نہ تھے۔ آپ کی رحلت امت مسلمہ کا عظیم نقصان ہے۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب امیر مرکزیہ مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی و مولانا خواجہ عزیز احمد، مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مرکزی راہنماؤں مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی، علامہ احمد میاں حمادی، مفتی محمد شہاب الدین خان پوپلزئی، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی اور دیگر علماء کرام نے اپنے تعزیتی بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ مفتی محمد زرولی خان کی علمی و تحقیقی خدمات کا ایک جہاں معترف ہے۔ آپ کے دروس و بیانات عوام الناس میں مقبول تھے، خصوصاً ہر سال رمضان مبارک میں آپ کے دورہ تفسیر میں شرکت کے لئے علماء و طلباء اور عوام الناس کھنچے چلے آتے تھے۔ ہم آپ کے لواحقین سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مفتی محمد زرولی خانؒ کی دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائیں، آپ کے درجات بلند فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائیں، آمین!

اللہ والوں کی توہین غضبِ الٰہی کا سبب!

مفتی محمد صادق حسین قاسمی

اسلام نے انسانوں کو اخلاق کی مبارک تعلیمات سے نوازا ہے،ادب واحترام اور بڑوں کی تعظیم وتکریم کی تلقین فرمائی ہے،اور خاص اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا احترام اور ان کا پاس و لحاظ رکھنا،اس جانب بھرپور توجہ دلائی ہے۔اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی یا بے ادبی انسان کو دوجہاں کی سعادت سے محروم کردیتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے بڑے اہتمام سے قرآن کریم میں اپنے نیک بندوں کی صفات اور ان کی عادات کو بیان بھی فرمایا اور ان کے ساتھ کیسا سلوک ہونا چاہیے اور کس طرح برتاؤ کرنا چاہئے،اس سلسلہ میں باضابطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایات بھی عنایت فرمائی ہیں۔

اللہ والوں کی گستاخی غضبِ الٰہی کو دعوت دینا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ساتھ بدسلوکی کرنے والوں سے سخت ناراض ہوتے ہیں اور انہیں خطرناک انجام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ:”اللہ رب العزت نے صرف دوگناہوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان کا ارتکاب براہِ راست غیرتِ خداوندی کو للکارنا اور اس کی طرف سے اپنے خلاف اعلان جنگ کروانا ہے۔ان میں سے ایک گناہ تو سود لینا اور دینا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا:

”یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَo فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَo“ (البقرہ:۲۷۸،۲۷۹)

ترجمہ:”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔لیکن اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لئے خبردار ہوجاؤ اور اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے اصل اموال تمہارے ہی ہیں،نہ تم کسی پر ظلم کروگے اور نہ تم پر کسی کا ظلم ہوگا۔“

دوسرا بڑا گناہ جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے دشمنی ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”من عادیٰ لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب ....“ (بخاری شریف،کتاب الرقاق،باب التواضع،حدیث:۶۵۰۲)

ترجمہ:”جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے،میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔“ (اہانت رسول کا وبال:۱۷)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جس وقت یمن کا گورنر بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ فرمارہے تھے،تو آپ ان کو رخصت کرنے کے لئے ساتھ ساتھ چلنے لگے،اس موقع پر آپ نے ان سے فرمایا کہ اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہیں کرسکو گے،اور میری وفات کے بعد میری قبر کے پاس سے گزروگے۔اس وقت آپ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو چند باتوں کی نصیحت فرمائی۔جب حضرت معاذؓ بعد میں مدینہ منورہ تشریف لائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے تو آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نصیحتیں یاد آگئیں اور پھر حضرت معاذؓ زار وقطار رونے لگے،ادھر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو دیکھا کہ معاذؓ رورہے ہیں،حضرت عمرؓ نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی تو معاذؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وداع کرتے وقت کی ہوئی نصیحتوں کا ذکر فرمایا اور کہا کہ اس وقت مجھے وہ نصیحتیں اور آپ کی باتیں یاد آگئیں جس کی وجہ سے بے اختیار رورہا ہوں۔ان نصیحتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ:”من عادیٰ للہ ولیا فقد بارز اللہ بالمحاربۃ۔“(ابن ماجہ،کتاب الفتن،باب:من ترجی لہ السلامۃ من الفتن،حدیث:۳۹۸۹)...جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی ولی اور نیک بندہ کے ساتھ عداوت رکھتا ہو تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کے لئے مقابلہ پر آتا ہے...۔حضرت معاذؓ کو کی جانے والی

نصیحت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:
"ان اللّٰہ یحب الابرار الاتقیاء الاخفیاء، قلوبھم مصابیح الھدیٰ"... کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو محبوبیت کا درجہ عطا فرماتا ہے جو نیک ہوتے ہیں، متقی ہوتے ہیں اور اپنی عبادات ونیکیوں میں ایسے چھپے رہتے ہیں کہ لوگوں میں ان کی نیکی، ان کے تقویٰ اور ان کی خفیہ عبادتوں کی نہ کوئی شہرت ہوتی ہے اور نہ کوئی چرچا ہوتا ہے، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں...۔ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب: من ترجی لہ السلامۃ من الفتن، حدیث:۳۹۸۹)

دنیا میں کسی انسان کے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جنگ کے لئے تیار ہو، انسان کی حیثیت ہی کیا ہے کہ وہ اللہ کے مقابلہ میں تیار ہو، وہ معمولی چیز پر بذات خود اختیار نہیں رکھتا، اللہ کے حکم کے بغیر کسی چیز پر قدرت نہیں، وہ بھلا اللہ سے کیا مقابلہ کرے گا؟ اس لئے اللہ کے غضب سے اپنے آپ کو بچانا ہو اور دو جہاں کی محرومی سے محفوظ رہنا ہو تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے بارے میں زبان وقلم کو محتاط رکھنا ضروری ہے۔ معمولی سی لغزش اور کوتاہی بدبختی کا ذریعہ ہو جائے گی۔ جو بندے عبادات وطاعات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیں اور اس کے نیک بندوں میں شامل ہو جائیں ان کی بے ادبی اور توہین یقیناً خسارہ کی بات ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، یہ سب اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں اور جنہیں ہم "بزرگان دین" کہتے ہیں یہ سب اولیاء اللہ ہیں، ان کے خلاف زبان درازی ہلاکت و بربادی کا ذریعہ ہوگی۔ تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی توہین وتذلیل کرنے والے دنیا میں بھی رسوا ہوئے اور آخرت کے عذاب میں مبتلا کئے گئے۔ ایک واقعہ عبرت کے لئے ملاحظہ ہو:

مشہور عالم علامہ ابن حجر ہیثمیؒ نے "فتاویٰ حدیثیہ" میں نقل کیا ہے کہ ابن السقاء نام کا ایک شخص جس نے علوم اسلامیہ میں زبردست مہارت حاصل کر کے فرق باطلہ سے بحث ومناظرے کا ملکہ حاصل کر لیا تھا، اپنی علمی صلاحیت کی وجہ سے اس کو خلیفۃ المسلمین کا تقرب حاصل ہوا اور خلیفہ نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے بادشاہ روم کے دربار میں اپنی حکومت کا سفیر بنا کر بھیج دیا۔ رومی بادشاہ نے اس کے اعزاز میں بڑے بڑے امراء اور عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں اور پادریوں کی ایک عظیم مجلس منعقد کی جس میں عقائد پر بحث کے دوران ابن السقاء نے ایسی مدلل گفتگو کی کہ سارے حاضرین پر سناٹا چھا گیا اور کسی سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ عیسائی بادشاہ کو مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر سخت ناگواری ہوئی اور اس نے ابن السقاء کو شیشے میں اتارنے کے لئے خلوت میں اس کے سامنے اپنی حسین وجمیل بیٹی کو پیش کیا، ابن السقاء نے اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر بادشاہ سے اس سے نکاح کی درخواست کی، بادشاہ نے یہ شرط لگائی کہ اگر تو عیسوی مذہب قبول کر لے تو نکاح ممکن ہے۔ چناں چہ وہی ابن السقاء جس نے بادشاہ کی مجلس میں عیسوی مذہب کے تار و پود بکھیر کر عیسائیوں کو لاجواب ہونے پر مجبور کر دیا تھا، محض ایک لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو کر عیسوی مذہب قبول کر کے مرتد ہو گیا اور اسی ارتدادی حالت میں جہنم رسید ہوا۔ کہتے ہیں کہ ابن السقاء نے شروع طالب علمی کے زمانہ میں ایک بڑے بزرگ کی شان میں گستاخی کرنے اور انہیں ذلیل کرنے کا ارادہ کیا تھا اور ان بزرگ نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ میں تجھ کو جہنم میں جلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ (اللہ سے شرم کیجئے، ص:۲۴۳)

امام ابوترابؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کا دل اللہ جل شانہ سے اعراض کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے تو اہل اللہ پر اعتراض کرنا اس کا رفیق اور ساتھی بن جاتا ہے، یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے نامانوس ہو جاتا ہے تو وہ اہل اللہ پر اعتراض کرنے کا خوگر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صاحب مظاہر حق نے بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بندوں کی لڑائی دلالت کرتی ہے خاتمہ بد ہونے پر۔ ایک مسلمان کے لئے خاتمہ بالخیر ہونا انتہائی مرغوب اور لازوال نعمت ہے اور جس چیز سے خاتمہ کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو، تم ہی سوچو کہ کتنی خطرناک چیز ہوگی۔
(شریعت وطریقت کا تلازم، ص:۲۴۵)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ: "جو لوگ علماء دین کی توہین کرتے ہیں اور ان پر لعن وتشنیع کرتے ہیں، ان کا قبر میں قبلہ سے منہ پھر جاتا ہے۔" (اولیاء اللہ کی توہین کا وبال، ص:۲۳)

بہرحال! اللہ والوں کی توہین کے سلسلہ میں احادیث میں مختلف قسم کے سخت الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور گستاخانِ اولیاء کا برا انجام دنیا والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی ہے، اور ہر دور میں بزرگوں کی توہین کرنے والے اور ان کی شان میں بے ادبی کرنے والے رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں۔ اس وقت نیوز ۱۸ (انڈین چینل) کے اینکر امیش دیوگن کی سلطان الہند، امام الاولیاء حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی شان میں گستاخی و دریدہ دہنی سے مسلمانوں میں سخت اضطراب ہے،

سلطان الہند حضرت اجمیریؒ کی عظیم المرتبت شخصیت پر زبان درازی یقیناً سخت نازیبا حرکت ہے، اس سرزمین پر جس ہستی کے عظیم احسانات ہیں، ایمان واسلام کے لئے، انسانیت اور پیار و محبت کے لئے، بندگانِ خدا کے لئے جن کی قربانیوں اور کوششوں کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، مسلمانوں کے ساتھ ان گنت وبے شمار غیر بھی جن سے عقیدت ومحبت کا اٹوٹ رشتہ رکھتے ہیں، ایسی عظیم ومحسن شخصیت کے خلاف زبان کھولنا اور زہر اگلنا اس کی خباثت ورزالت کی علامت ہے۔ ہم ایسے واقعات کی اور ان نازیبا حرکتوں کی سخت مذمت بھی کرتے ہیں اور مجرم کے خلاف سخت اقدام کی پرزور اپیل بھی کرتے ہیں، اس نے حضرت خواجہ اجمیریؒ کی شخصیت پر نامناسب الفاظ کہہ کر نہ صرف مسلمانوں بلکہ دنیا بھر کے عقیدت مندوں کے دلوں کو مجروح کیا ہے۔

دوسری طرف ہمیں یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ ہم بھی کسی بھی طرح اللہ والوں کی گستاخی وبے ادبی کرنے والے نہ بنیں، بعض مسلکی جذبات میں ہم ایک دوسرے کے متفقہ علماء کرام اور اکابر کو برا بھلا کہتے ہیں، ان کی تذلیل کرتے ہیں، اور برائیوں کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں یہ بھی بالکل نامناسب طریقہ اور اخلاقی تعلیمات کے خلاف ہے۔ جن علماء کرام اور بزرگان دین کی دینی خدمات، ملت کے تئیں ان کی بے لوث کوششیں، قرآن وسنت کی تشریح وتبیین میں جن کی عظیم کاوشیں، دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں جن کی شبانہ روز جدوجہد ہیں، ان کو یکسر فراموش کرکے لعن طعن کرنا یہ بھی توہین اولیاء کرام ہے، ان سے بھی احتیاط کرنا چاہئے، علمی اعتبار سے جن کو کسی سے اختلاف ہوگا وہ علمی طریقہ پر اس کو حل کرلے گا، لیکن ہر کوئی زبان درازی کرنے لگے اور بغیر علم وتحقیق کے غلط گفتگو کرنے لگے تو یہ بھی اسلامی ہدایات کے خلاف ہے۔ اللہ والوں کی تعظیم وتکریم سعادتِ دارین کا ذریعہ ہے اور توہین وگستاخی غضب الٰہی کا سبب اور ہلاکت وبربادی کا موجب ہے۔

☆☆..................☆☆

تحفظ ختم نبوت کورس، گلشن راوی لاہور

لاہور (مولانا عبدالنعیم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت یونٹ گلشن راوی لاہور کے زیر اہتمام ختم نبوت کورس جامع مسجد رحیمیہ میں منعقد ہوا۔ کورس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مجلس گلشن راوی کے سرپرست مولانا ڈاکٹر عبدالواحد قریشی، مبلغ ختم نبوت لاہور مولانا عبدالنعیم، ناظم تبلیغ لاہور مولانا عبدالعزیز، جامع مسجد ہذا کے خطیب مولانا مشہود احمد، امیر مجلس لاہور مولانا عزیز الرحمٰن، جنرل سیکرٹری گلشن راوی قاری سعید الرحمٰن، مولانا جعفر حیات، مفتی محمد عثمان، مولانا حبیب الرحمٰن ضیاء، مجلس گلشن راوی کے کارکنان محمد عثمان، محمد ابراہیم، محمود، محمد عمران، محمد رضوان سمیت کئی کرام نے حضرات کی۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے حیات ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ظہور حضرت امام مہدی علیہ الرضوان اور خروج دجال پر لیکچر دیا اور کہا کہ مرزا قادیانی نبوت کے دعوے میں جھوٹا ہونے کے ساتھ ساتھ دعویٰ مسیحیت اور دعویٰ مہدویت میں بھی جھوٹا تھا، کیونکہ آنے والی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کی جو علامات اور نشانیاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہیں، ان کی رو سے یہ دجال اور کذاب ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کو قرآن میں ایک سو مرتبہ، اور احادیث میں دو سو دس مرتبہ ختم نبوت کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے امت مسلمہ ہمیشہ حساس رہی ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بارہ سو صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے جامِ شہادت نوش کیا ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت محفوظ ہے تو سارا دین محفوظ ہے، ختم نبوت کی برکت سے دین اسلام کی تعلیمات محفوظ ہیں، اگر درمیان سے عقیدۂ ختم نبوت کو نکال دیا جائے تو نہ دین باقی رہتا ہے اور نہ دین اسلام کی تعلیمات اور نہ ہی قرآن باقی رہے گا، کیونکہ بعد میں آنے والے ہر نبی کو دین میں تبدیلی اور تنسیخ کا حق حاصل ہوگا، اس لئے عقیدۂ ختم نبوت پر پورے دین کی عمارت قائم ہے اور اسی میں امت مسلمہ کی وحدت کا راز مضمر ہے۔ مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالنعیم نے کہا کہ ناموس رسالت کا تحفظ کرنا قرب خداوندی اور نجات اخروی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے تعاقب کا کام تمام عبادات کا خلاصہ ہے۔ مولانا عبدالعزیز نے کہا کہ ناموس رسالت قانون کے خلاف یہودی وقادیانی لابی سازشوں میں مصروف عمل ہے، ماضی میں بھی ایسی ناپاک کوشش کی گئی، لیکن ان طاغوتی قوتوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور آئندہ بھی خائب اور خاسر ہوں گے۔ علماء کرام نے کہا کہ ہم اسلام وملک دشمن قوتوں اور ان کے آلۂ کاروں کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ آئین کی اسلامی دفعات اور تحفظ ناموس رسالت کے ایکٹ کے خلاف اپنی مہم جوئی بند کریں۔

صبر کے درجات

گزشتہ سے پیوستہ

بیان: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

تیسرا درجہ:

شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: تیسرا درجہ موافقت ہے، جو معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو، اس پر رضائے اِلٰہی کی موافقت کرو، جب اس طرف نظر چلی جائے کہ معاملہ مالک کی طرف سے کیا جارہا ہے تو موافقت پیدا ہوجاتی ہے، یہ صبر سے اُونچا درجہ ہے۔ وہ قصہ مشہور ہے کہ شاہ دولہ رحمہ اللہ کو لوگوں نے کہا کہ: دریا میں کٹاؤ لگا ہوا ہے، آپ ذرا دُعا کردیجئے کہ دریا کا رُخ بدل جائے۔ فرمایا کہ: مجھے وہاں لے چلو! لے گئے، فرمایا: ذرا کدال دے دو، کدال دے دیا گیا، تو خود گرانے لگے، لوگوں نے کہا کہ: یہ کیا غضب ہے؟ فرمایا: جدھر مولا اُدھر شاہ دولہ! اگر مولا ہی چاہتا ہے کہ اس کو گرایا جائے تو شاہ دولہ کون ہوتا ہے جو کہے کہ نہ گراؤ، اور ان کی اس موافقت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دریا کا بہاؤ دُوسری طرف پھیر دیا، کٹاؤ بند ہوگیا، اور دریا کا بہاؤ دُوسری طرف مڑ گیا، اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ عجیب ہوتا ہے، تو یہ تیسرا درجہ ہے بھئی! جدھر مولا اُدھر شاہ دولہ۔

> جو معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو، اس پر رضائے اِلٰہی کی موافقت کرو، جب اس طرف نظر چلی جائے کہ معاملہ مالک کی طرف سے کیا جارہا ہے تو موافقت پیدا ہوجاتی ہے، یہ صبر سے اُونچا درجہ ہے

چوتھا درجہ:

شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چوتھا درجہ اس سے بھی اُوپر کا ہے، اور وہ ہے تنعّم وتلذذ کا، جب یہ چیز اور آگے بڑھتی ہے تو جس طرح نعمتوں سے لذّت حاصل ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مصائب اور تکالیف آتی ہیں ان سے آدمی کو لذّت حاصل ہونے لگتی ہے، جیسے بچے حلوا کھاتے ہیں، ان کو لذیذ لگتا ہے، لیکن بعض لوگ مرچیں کھاتے ہیں، ناک سے پانی بہہ رہا ہے، آنکھوں سے بھی پانی بہہ رہا ہے، سی سی بھی کر رہے ہیں، لیکن کھا رہے ہیں، اس کے بغیر کھانا لذیذ معلوم نہیں ہوتا، ہم لوگوں کو جس طرح نعمتوں سے لذّت حاصل ہوتی ہے اسی طرح ان مقبولانِ اِلٰہی کو ان معاملات سے جن کو تکالیف ومصائب کہتے ہیں لذّت حاصل ہوتی ہے، یہ چھوٹا درجہ نہیں بہت بڑا درجہ ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما دونوں باپ بیٹا صحابی ہیں، حضرت عمرانؓ بہت اُونچے درجے کے بہت پیارے صحابی ہیں، وہ بھی تکلیف میں مبتلا ہوگئے تھے، انہوں نے داغ لگوایا، پُرانے زمانے میں داغ دے کر، یعنی لوہا گرم کرکے داغ لگاتے تھے اور اس کے ذریعے بعض بیماریوں کا علاج کرتے تھے، تو آپؓ نے کسی آدمی سے شکایت کی کہ: میں جب سے اس تکلیف میں مبتلا ہوا تھا تو مجھے فرشتے روزانہ سلام کرتے تھے، جب سے داغ لگوایا تو انہوں نے سلام بند کردیا، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے یہ دولت دوبارہ نصیب فرمادی۔

الغرض! چوتھا درجہ یہ ہے کہ تکلیف اور مصیبت کو محبوب کی جانب سے جان کر اس سے لذّت حاصل کی جائے، کیونکہ محبوب کی جانب سے جو تکلیف آئے وہ عاشق کے لئے موجبِ مسرّت ہوا کرتی ہے۔ ہمارے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال بیان فرمائی ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کئی سالوں کے فراق کے بعد کسی کا محبوب اچانک ملا ہو، اور وہ پیچھے سے آکر اس کو دبا دے، اب محبوب موٹا تازہ فربہ اور عاشق بے چارہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا

ہے، محبوب نے جو اس کو زور سے دبایا تو عاشق کی ہائے نکل گئی، محبوب نے کہا کہ: تمہیں تکلیف ہو رہی ہو تو تمہیں چھوڑ کر رقیب کو پکڑلوں؟ اس حال پر عاشق کیا کہے گا؟ وہ تو یہی کہے گا:

نشود نصیب دُشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ترجمہ:...’’دُشمن کو یہ بات نصیب نہ ہو کہ وہ تیری تلوار سے ہلاک ہوا کرے، دوستوں کا سر سلامت رہے کہ آپ خنجر آزمائی کریں۔‘‘

صبر کرنے والوں کے بڑے درجات ہیں، یہاں اِمام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت عجیب بحث کی ہے، وہ فرماتے ہیں: ایک ہے مصیبت پر اَجر، ایک ہے صبر پر اَجر، یہ دونوں الگ الگ اَجر ہیں، اگر کوئی صبر نہ کرے گا تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ تکلیف اور مصیبت کا اَجر عطا کریں گے، اور اگر صبر کرے گا تو صبر کا اَجر الگ ملے گا اور تکلیف کا اَجر الگ عطا فرمائیں گے۔

درجۂ تلذّذ:

شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دُوسرا درجہ صبر کا ہے اور تیسرا درجہ اس سے بڑھ کر آگے ہے، یعنی یہ دیکھ کر کہ یہ مالک کی طرف سے ہے، پھر آدمی میں جذبۂ موافقت پیدا ہوجاتا ہے، اور چوتھا درجہ مصیبت سے تلذّذ کا ہے، ہمارے حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی، حضرت حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے، ان کی ٹانگ میں تکلیف ہوگئی تھی، ڈاکٹروں نے کہا: ٹانگ کاٹنا پڑے گی، فرمایا: بہتر ہے، ڈاکٹروں نے بے ہوش کرنے کو کہا تو فرمایا: تم اپنا کام کرو، ہم اپنا کام کریں گے، بے ہوش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بس تم اپنا کام کرو۔ اب اندازہ کیجئے کہ زندہ آدمی ہے، اس کی ٹانگ کاٹی جارہی ہے، مگر وہ اُف تک نہیں کرتا، سی بھی نہیں کرتا، ہائے بھی نہیں کرتا، سبحان اللہ! ان لوگوں کا کیا مقام ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ کے نبی تھے، ان پر جو گزری وہ آپ کو معلوم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا، نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ۔‘‘ (صٓ:۴۴)

ترجمہ:...’’ہم نے اس کو صبر کرنے والا پایا، بڑا اچھا بندہ تھا، بڑا رُجوع کرنے والا تھا۔‘‘

سبحان اللہ! کیا بات ہے، مالک کہہ رہا ہے بندے کو کہ وہ بڑا رُجوع کرنے والا تھا۔

تو جب موافقت کے مقام سے بندہ ترقی کرتا ہے تو تنعّم اور تلذّذ کے مقام پر پہنچتا ہے کہ جس طرح نعمتوں سے لذّت حاصل کرتا ہے، اسی طرح اس کو تکلیف و مصائب سے راحت ملتی ہے۔

درجۂ فنا:

لیکن قصہ یہیں ختم نہیں ہوا، اس سے اُوپر بھی ایک درجہ ہے، شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ درجۂ فنا کا ہے کہ مالک کے سامنے بندے کا ارادہ و اِختیار ختم ہوجائے، اس کے حکم کے سامنے ہماری کوئی خواہش باقی نہیں رہ گئی فنا ہوگئی، ’’مردہ بدستِ زندہ‘‘ والا مضمون ہوگیا، اب مردے بے چارے کی کیا خواہش ہے؟ اس کو جہاں چاہو رکھ دو، جس طرف چاہو پلٹ دو، اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کردینا کہ نہ لذّت رہے نہ تکلیف، نہ راحت نہ تکلف، اس کی کوئی چاہت ہی نہیں رہی، یہ فنا کا مقام ہے، یہ آخری مرتبہ ہے، اس کے بعد کوئی مرتبہ نہیں، اور یہ اصل مقامِ عبدیت ہے، یہ ہے بندے کا اصل مقام، یہ تو ظاہر ہے کہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کرتے ہیں، اور بندہ چاہے نہ چاہے اس کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے کرنے سے ہوگا، جس کو چاہے عزّت دے، جس کو چاہے ذِلت دے، جس کو چاہے غنی کردے، جس کو چاہے فقیر کردے، صحت اس کے قبضے میں ہے، بیماری اس کے قبضے میں ہے، راحت اس کے قبضے میں ہے، تکلیف اس کے قبضے میں ہے، یہ سب چیزیں جو اَسباب کی دُنیا میں ہیں ان اسباب کو تمہارے موافق کردیں، یہ اس کے قبضے میں ہے، اور تمہارے خلاف برگشتہ کردیں، یہ اس کے قبضے میں ہے، دُشمن کو سرنگوں کردیں، یہ اس کے قبضے میں ہے، کمزوروں کو تم پر مسلط کردیں، یہ اس کے قبضے میں ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے کرنے سے ہی ہوتا ہے، لیکن بندہ عملی طور پر اس مقام پر آجائے، یہ مقامِ بندگی ہے، بندہ اس مقام پر نہ آئے سرکش رہے ...نعوذباللہ!... اللہ تعالیٰ کی شکایتیں کرتا پھرے، تب بھی ہوگا وہی جو وہ چاہے گا، لیکن یہ محروم رہا۔

یہ اصل مقامِ عبدیت ہے، شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب اس مقامِ عبدیت پر آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں اور عنایتوں کے دروازے کھول دیں گے اور اپنی رحمت و رضا کی آغوش میں اس کی پرورش فرمائیں گے، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف و کرم سے ہمیں بھی اپنی رضا کی دولت نصیب فرمائے، آمین۔ ☆☆

خوشامد وچاپلوسی کا وبال!

مفتی محمد وقاص رفیع

خوشامد وچاپلوسی، یعنی کسی کے منہ پر اس کی جھوٹی تعریف بیان کرنا اخلاقی پستی، گراوٹ اور ذلت کی علامت ہونے کے ساتھ ساتھ جھوٹ کی بھی ایک قسم ہے۔ جس شخص کی جھوٹی تعریف کی جاتی ہے، اس کے لئے تو ہلاکت وتباہی کا سامان ہو ہی جاتا ہے، لیکن چاپلوسی کرنے والا شخص خود تین بڑے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ ایسی تعریف کرتا ہے جو واقع کے مطابق نہیں ہوتی، یہ جھوٹ ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ منہ سے جو تعریف کرتا ہے اس کو اپنے دل میں خود درست نہیں سمجھتا، یہ نفاق ہے۔ تیسرے یہ کہ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کسی کی خوشامد کرکے اس کو فخر وغرور میں مبتلا کرتا ہے، یہ امر بالمعروف کے خلاف ہے۔

چناں چہ خوشامد وچاپلوسی اور جھوٹی تعریف سے دوسرے شخص کے لئے تباہی و بربادی کا سامان ہو جاتا ہے اور اس میں دو برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک غرور وتکبر اور دوسرے اپنی نسبت غلط فہمی۔ اپنی تعریف وتوصیف سن کر غلط فہمی سے، وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے، جس سے آگے چل کر فخر وغرور اور ناز وتکبر جیسی برائیاں اس میں جنم لیتی ہیں اور وہ ”ہم چو ما دیگرے نیست“ کے مفروضے پر عمل پیرا ہو کر تمام لوگوں کو حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو سب سے بالا وبرتر تصور کرتا ہے۔

زمانۂ قدیم سے دنیا کے بادشاہوں، حکمرانوں اور اربابِ اقتدار کی یہ عادت اور رسم چلی آرہی ہے کہ ان کے منہ پر اگر کسی نے ہلکی اور ذرہ سی بھی سچی اور حق بات اپنے منہ سے اگل دی تو فوراً اس کی گردن اڑا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا اور اگر کسی نے ذرہ سی بھی ان کی خوشامد وچاپلوسی اور جھوٹی تعریف کردی تو بادشاہ نے اسے یک جنبش قلم موت کی آغوش سے نکال کر آزاد کردیا۔

> خوشامد وچاپلوسی اور جھوٹی تعریف سے دوسرے شخص کے لئے تباہی وبربادی کا سامان ہو جاتا ہے اور اس میں دو برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک غرور وتکبر اور دوسرے اپنی نسبت غلط فہمی

چناں چہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حجاج بن یوسف کے پاس ایک خارجیہ عورت لائی گئی۔ حجاج اس سے گفتگو کرتا رہا، مگر عورت نے نہ اس کی طرف نظر اٹھائی، نہ اس کی بات کا جواب دیا۔ حجاج کے خدام نے عورت سے کہا کہ امیر تجھ سے گفت گو کر رہا ہے اور تو رخ پھیرے ہوئے ہے؟ عورت نے کہا: مجھے ایسے شخص کی طرف نظر کرنے سے شرم آتی ہے، جس کی طرف خدا نظر نہیں کرتا۔ حجاج نے اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ اسی وقت قتل کر دی گئی۔ (تحفۃ العرب)

اسی طرح ایک دیہاتی نے داؤد بن مہلب کے پاس آکر کہا کہ میں نے آپ کی تعریف میں چند اشعار کہے ہیں (برائے کرم) ان کو سن لیجیے! داؤد نے کہا: ذرا ٹھہر جا (جلدی مت کر! یہ کہہ کر)، گھر میں گیا اور تلوار لے کر باہر آیا۔ اور کہا: اب سنا! اگر تو نے عمدہ اشعار کہے تب تو ہم تجھے ضرور کچھ نہ کچھ دیں گے۔ ورنہ قتل کردیں گے۔ دیہاتی نے اشعار پڑھنے شروع کیے، جن کا ترجمہ یہ ہے: میں داؤد کی ذاتِ گرامی اور اس کی داد و دہش کی وجہ سے ہر اندیشہ ناک مصیبت وسختی اور تنگ دستی سے مطمئن ہوگیا۔ پس میں داؤد کی وجہ سے بے آرامی کا اندیشہ نہیں رکھتا۔ کیوں کہ میں نے اپنی کمر اس سے مضبوط کرلی۔ داؤد کی حکمت و دانائی لقمان علیہ السلام جیسی ہے اور صورت یوسف علیہ السلام جیسی اور حکم سلیمان علیہ السلام جیسا اور انصاف ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا۔ وہ ایسا جوان ہے کہ مال اس کے ہاتھ کی سخاوت سے

ایسے ڈرتا ہے جیسے شب قدر سے شیطان ڈرتا ہے۔'' داؤد نے کہا: ہم نے تیرے لئے مال کا فیصلہ کردیا۔ اب اگر تو چاہے تو تیری حیثیت کے لحاظ سے (دیا جائے) اور اگر تو چاہے تو میں اپنی حیثیت کے (مناسب دوں) اس نے کہا: نہیں! بلکہ میرے مرتبہ کے لحاظ سے۔ پس داؤد نے اس کو پچاس ہزار درہم دے دیئے۔ ہم نشینوں نے دیہاتی سے کہا کہ تو نے امیر کی حیثیت کے مطابق کیوں نہیں چاہا؟ اس نے کہا کہ امیر کی حیثیت کے لحاظ سے تو اس کا کل مال بھی پورا نہیں اترتا (کیوں کہ امیر کا رتبہ اِس سے فزوں تر ہے)، داؤد نے کہا کہ تو مذکورہ اشعار کی بہ نسبت اِس جملہ میں شاعر تر ہے۔ چناں چہ داؤد نے جتنا پہلے دیا تھا، اتنا ہی اور دے دیا۔ (لجۃ العرب)

قرآنِ مجید و احادیث نبویہ میں خوشامد و چاپلوسی اور جھوٹی تعریف کرنے کی بڑی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ چناں چہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جو شخص اپنے کئے پر بڑے خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ان کاموں پر بھی کی جائے جو انہوں نے کئے ہی نہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ وہ عذاب سے بچنے میں کامیاب ہوجائیں گے! ان کے لئے دردناک سزا (تیار) ہے۔''

(آل عمران:۱/۱۸۸، ترجمہ شیخ الاسلام)

اِن آیات کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے، جس میں یہودیوں اور منافقوں کے ایک مخصوص گروہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور ان کے انجام بد کی ان کو خبر دی گئی ہے، لیکن اِن آیات کے عموم میں ان تمام لوگوں کو مراد لیا گیا ہے جو اپنے بارے میں کسی کے منہ سے خوشامد و چاپلوسی اور جھوٹی تعریف سن کر عجب و خود پسندی کا شکار ہوکر تکبر و شیخی اور غرور و ناز میں مبتلا ہوجائیں اور اپنے کئے ہوئے کاموں پر اترانے لگیں اور نہ کئے ہوئے کاموں پر مدح و تعریف کو چاہنے لگیں کہ یہ ایسے گناہ ہیں کہ جن کی سزا اور عذاب سے بغیر توبہ و استغفار کے بچنا انسان کے لئے بڑا مشکل ہے۔

پھر اِس کا وبال صرف اِس شخص کی حد تک نہیں رہتا، بلکہ جس شخص نے خوشامد و چاپلوسی اور جھوٹی تعریف کرکے اِس کو عجب و خود پسندی کا شکار بنا کر تکبر و غرور اور فخر و ناز میں مبتلا کیا ہے، اس پر بھی اِس کا وبال پڑتا ہے۔

چناں چہ ایک حدیث مبارک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دوسرے کی مبالغہ آمیز تعریف کرتے ہوئے سنا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اِس کو برباد کردیا۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح ایک اور موقع پر ایک شخص نے دوسرے کی حد سے زیادہ تعریف کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اپنے ساتھی کی گردن مار دی۔ اگر تم کو کسی کی تعریف ہی کرنی ہو تو یوں کہو کہ میں یہ گمان کرتا ہوں، بہ شرطے کہ اس کے علم میں وہ واقعی ایسا ہی ہو اور قطعیت کے ساتھ غیب پر حکم نہ لگایا جائے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے۔ آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ ایک آدمی نے اس کی بڑی تعریفیں کرنی شروع کردیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو سنا کر مت کہو کہ اس کو برباد ہی کردو! (الادب المفرد)

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ پر ان کی تعریف بیان کی، تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ میں خاک جھونک دی اور فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خوشامد کرنے والوں سے ملو تو ان کے مونہوں میں خاک جھونک دیا کرو! (مسلم و ابوداؤد)

لہٰذا ہر مسلمان کو اِس بات کا خاص اہتمام کرنا چاہئے کہ وہ کسی کی خوشامد و چاپلوسی اور منہ پر اس کی جھوٹی تعریف بیان نہ کیا کرے کہ اِس سے خود تو یہ متعدد گناہوں کے ارتکاب کا سبب بنے گا ہی، ساتھ میں جس کی خوشامد و چاپلوسی کی ہے اس کے گناہوں کی نحوست اور بوجھ بھی اِس پر آکر پڑے گا اور خود اس شخص کو بھی جس کی خوشامد و چاپلوسی کی گئی ہے اِس عمل بد سے جنم لینے والے گناہوں کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ ☆☆☆

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دوسرے کی مبالغہ آمیز تعریف کرتے ہوئے سنا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اِس کو برباد کردیا۔ (صحیح بخاری)

امتِ محمدیہ کی فضیلت

افادات: حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ

’’کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَوْ آمَنَ اَھْلُ الْکِتٰبِ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَکْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ o لَنْ یَّضُرُّوْکُمْ اِلَّآ اَذًی وَاِنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ یُوَلُّوْکُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ o‘‘

(آل عمران:۱۱۰،۱۱۱)

ترجمہ: ’’تم ہو بہتر سب امتوں میں سے جو بھیجی گئیں عالم میں، حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ تعالیٰ پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے لئے بہتر تھا، کچھ تو ہیں ان میں سے ایمان پر اور اکثر ان میں نافرمان ہیں۔‘‘

ربط… سابقہ امتوں کے اعمال اور کردار اور اس کے انجام کے اسباب بیان کرنے کے بعد امت محمدیہ کی فضیلت اور اس کی وجہ بیان کی جا رہی ہے۔

امت محمدیہ کی فضیلت:

’’کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ‘‘ لفظ ’’کان‘‘ میں چار نحوی احتمالات ہیں: (۱) تامہ، (۲) ناقصہ، (۳) زائدہ، (۴) بمعنی صار۔

لیکن مفسرین نے ایک ہی احتمال کو ترجیح دی ہے اور وہ ہے ’’کان تامہ‘‘ تامہ کا مطلب یہ ہے کہ چیز کا جو وصف ذکر کیا جارہا ہے وہ وصف زمانہ سابق میں بھی تھا، حال میں بھی ہے اور مستقبل میں بھی ہوگا، گویا وہ وصف اس جنس کے لئے وصف لازم بن گیا ہے۔ گویا: ’’کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ بہترین امت ہونا تمہارا وصف لازم ہے، تمہارا بہترین ہونا زمانہ سابق میں اللہ کے علم میں تھا، اب بھی تم ہو اور رہو گے بھی، یہی جمہور مفسرین کا موقف ہے۔

(تفسیر کبیر، بحرالعلوم)

امت محمدیہ کی وجہ فضیلت بھی بیان کردی گئی کہ یہ امت نیکی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کا تذکرہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بعد بیان فرمایا، کیوں کہ وجہ تخصیص محض ایمان نہیں ہے، ایمان باللہ تو سابقہ اہل کتاب بھی رکھتے تھے، وجہ تخصیص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، اس لئے اس کا تذکرہ مقدم فرمایا اور ’’وتؤمنون باللّٰہ‘‘ کا تذکرہ موخر فرمایا۔ (تفسیر کبیر)

امت محمدیہ کو خیر امت کی فضیلت اس وقت تک ہی ہے جب تک وہ اسباب فضیلت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم رہے گی۔

’’کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ‘‘ کہ تم اوروں کے حق میں سب سے بہتر ہو، کیوں کہ تم لوگوں کی گردنیں پکڑ پکڑ کر اسلام کی طرف جھکاتے ہو۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 4557، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم لوگوں کو زبردستی قبول اسلام پر آمادہ کرتے ہو، کیوں کہ یہ صراحتاً منع ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ‘‘ (البقرۃ:256) قبول دین پر کوئی جبر نہیں: ’’فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ‘‘ (الکہف:29) جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر میں پڑا رہے۔ بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ امر بالمعروف کا ایک درجہ قتال فی سبیل اللہ بھی ہے، جیسا کہ بعض مفسرین نے اس کی تشریح قتال فی سبیل اللہ سے کی ہے۔ (بحر العلوم) قتال فی سبیل اللہ کے نتیجے میں انسانوں کی غلامی اور کفر کے معاشرتی دباؤ میں جکڑے ہوئے شخص کو کھل کر اسلام قبول کرنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ گویا تم قتال کرکے لوگوں سے اس دباؤ کو ختم کرکے قبول اسلام کی راہ کھول دیتے ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان بہت کمزور ہے، اپنے قوم و قبیلے و ملک کی معاشرت کے خلاف آواز اٹھانے اور انہیں ٹھکرانے کے لئے بڑا حوصلہ اور دل گردہ چاہئے، جب قوم، ملک، قبیلے کا زور ٹوٹ جاتا ہے تو انسان اپنے فکر ونظر کے فیصلے سے متعلق آزاد ہوجاتا ہے۔

’’کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ‘‘ کے پہلے مصداق صحابہ کرامؓ، پھر تابعین عظامؒ اور پھر تبع تابعینؒ ہیں، کیوں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ’’خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ۔‘‘ (صحیح البخاری:2652) اس کے

بعد امت کا ہر وہ فرد اس مبارک جماعت کا حصہ ہوگا جو یہ عظیم فریضہ انجام بجالاتا ہوگا۔

ابولہب کی بیٹی حضرت درۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا، جب کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے: سب سے بہتر شخص کون سا ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو زیادہ قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہو، سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے والا ہو اور برائیوں سے روکنے والا ہو اور سب سے زیادہ رشتے ناتے ملانے والا ہو۔ (مسند احمد: 6/431)

امت محمدیہ کی خصوصیات:

اس موضوع کی مناسبت سے امت محمدیہ کی خصوصیات کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: ہم قیامت کے دن ستر امتوں کو پورا کر دیں گے، ہم ستر امتوں میں سب سے آخر میں ہیں اور سب سے بہترین ہیں۔

(تفسیر ابن جریر طبری، آل عمران، ذیل آیت: 110)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے وہ کچھ دیا گیا ہے جو کسی اور نبی کو نہیں دیا گیا، میری مدد رعب سے کی گئی ہے اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور میرا نام ”احمد“ رکھا گیا ہے، میرے لئے مٹی پاک بنادی گئی اور میری امت تمام امتوں میں سب سے بہترین امت ہے۔

(مسند احمد، مسند علی، رقم الحدیث: 762)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار شخص بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے، جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے، سب یک دل ہوں گے، میں نے اپنے رب سے گزارش کی کہ اے اللہ! اس تعداد میں اور اضافہ فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور بھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کر کے فرماتے تھے: پھر تو اس تعداد میں گاؤں اور دیہاتوں کے لوگ بھی آ جائیں گے۔ (مسند احمد، رقم الحدیث: 22، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: 112)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات دیر تک محو گفتگو رہے، پھر جب صبح آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: آج رات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت سمیت مجھے دکھائے گئے۔ بعض نبی ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ صرف تین شخص تھے۔ بعض کے ساتھ مختصر گروہ تھا۔ بعض کے ساتھ ایک جماعت تھی۔ کسی کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو ان کے ساتھ بہت سے لوگ تھے، مجھے یہ جماعت پسند آئی، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ یہ آپ کے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل ہیں۔ میں نے کہا: میری امت کہاں ہے؟ جوب ملا: اپنی دائیں جانب نظر دوڑائیں تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ بے شمار مجمع ہے جس سے پہاڑیاں ڈھک گئی ہیں، اب مجھ سے پوچھا گیا: خوش ہیں؟ میں نے کہا: پروردگار! میں راضی ہوگیا ہوں۔ فرمایا گیا: سنو! ان کے ساتھ ستر ہزار اور ہیں جو بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا (میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں): اگر تم ہو سکے تو ان ستر ہزار میں سے ہو جاؤ، اگر یہ نہ ہو سکے تو ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جو پہاڑوں کو چھپائے ہوئے ہیں، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ان میں سے ہونا جو آسمان کے کناروں کناروں پر تھے۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! میرے لئے دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان ستر ہزار میں سے کر دے۔ آپ علیہ السلام نے ان کے لئے دعا فرمائی، پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوگیا، اس نے بھی کہا: میرے لئے بھی دعا فرمادیجئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: عکاشہ تم سے سبقت لے گیا۔

پھر ہم آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو اسلام پر ہی پیدا ہوئے ہوں گے اور عمر بھر میں کبھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ باتیں سنیں تو فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو دم جھاڑ نہیں کرواتے، آگ کے داغ نہیں لگواتے، شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (مسند احمد: 1/401، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: 19519)

ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے پروردگار نے، جو صاحب عزت اور صاحب جلال ہے، مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کو بلا حساب جنت میں لے جائے گا، پھر ایک ایک ہزار کی شفاعت سے ستر ستر ہزار آدمی

اور جائیں گے، پھر میرا رب اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپیں بھر کر ڈالے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر خوشی سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا: ان کی شفاعت ان کے باپ دادوں اور بیٹوں، بیٹیوں اور خاندان وقبیلہ میں ہوگی۔ اللہ کرے میں ان میں سے ہو جاؤں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی لپوں میں بھر کر آخر میں جنت میں لے جائے گا۔ (طبرانی: 22/ 771)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم دنیا میں سب سے آخر میں آئے اور جنت میں سب سے پہلے جائیں گے، (صرف یہ فرق ہے کہ) ان کو کتاب اللہ پہلے ملی، (ہمیں بعد میں ملی)، پھر یہ (جمعہ کا دن) ان کا بھی تھا جو تم پر فرض ہوا ہے، لیکن اس بارے میں ان کے ہاں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتا دیا، چناں چہ اس معاملے میں لوگ ہمارے تابع ہوگئے۔

(صحیح بخاری: 876)

آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب تک میں جنت میں داخل نہ ہو جاؤں، انبیاء علیہم السلام پر جنت میں داخلہ حرام ہے اور جب تک میری امت داخل نہ ہو، دوسری امتوں پر دخولِ جنت حرام ہے۔ (اخرجہ الطبرانی فی المعجم الاوسط: 1/ 289، رقم الحدیث: 942)

یہ ساری فضیلتیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کو بجا لانے کی وجہ سے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر اس آیت کی تلاوت فرما کر لوگوں سے کہتے: اگر تم اس آیت کا مصداق بننا چاہتے ہو تو یہ اوصاف بھی اپناؤ۔

(تفسیر ابن کثیر، آل عمران، ذیل آیت: 110)

ایک قادیانی شبہے کا جواب:

قادیانیوں کے لاہوری گروہ کا قائد محمد علی قادیانی اپنی تفسیر میں وفات عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے نزول کے انکار کے مؤقف کو مضبوط کرنے کے لئے لکھتا ہے: اگر اس امت میں کسی نبی نے آ کر بھی یہ کام کرنا ہوتا تو امت کی بحیثیت امت افضلیت دیگر امم پر جاتی رہتی، پس نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت کے اندر آ کر کام کر سکتے ہیں، کیوں کہ اس طرح بھی امت کی افضلیت جاتی رہے اور نہ کوئی دوسرا نبی اس امت کے اندر پیدا ہو سکتا ہے، کیوں کہ اس طرح بھی امت کی افضلیت دوسری امم پر نہیں رہتی۔ (بیان القرآن، محمد احمد لاہوری، قادیانی، آل عمران، ذیل آیت: 110)

محمد احمد لاہوری چوں کہ لاہوری فرقے سے تعلق رکھتا ہے، جو غلام احمد قادیانی کو نبی کے بجائے ولی اور مجدد سمجھتا ہیں، اس لئے اس عبارت سے ایک تیر سے دو شکار کیے۔ ایک تو اپنے ولی اور مجدد غلام احمد قادیانی کو مثیل مسیح قرار دینے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ نزول کی تردید کر دی کہ اس طرح امت کی افضلیت باقی نہیں رہے گی۔ دوسری طرف قادیانی نبی کے پیروکاروں کو بتلایا کہ دوسرا نبی نہیں آ سکتا، کیوں کہ اس طرح افضلیت امت محمدیہ باقی نہیں رہے گی۔

تمام مسلمانوں کا متفقہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی، خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی ... ظلی ہو یا بروزی، مثیل ہو، نہیں آ سکتا۔ جو اس طرح کا دعویٰ کرے یا کسی کو نبی تسلیم کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، مرتد ہے اور زندیق ہے، ارتداد وزندقہ کی شرعی سزا کا مستحق ہے۔

جہاں تک بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی ہے تو ان کے نزول سے افضلیت امت کے باقی نہ رہنے کا دعویٰ محتاج دلیل ہے۔

اولاً تو اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت میں نبی بن کر نہیں آئیں گے، بلکہ امتی بن کر آئیں گے۔ ان کی نبوت کا عملی دائرہ صرف بنی اسرائیل تک محدود تھا۔

ثانیاً اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک امت محمدیہ میں باحیات تھے تو پھر امت محمدیہ کو افضلیت حاصل تھی یا نہ تھی؟ اگر تھی تو پھر نبی کے ہوتے ہوئے امت کو دوسری امت پر فضیلت کس بنا پر تھی؟

نبی کے کام کرنے سے امت کی افضلیت کا باقی نہ رہنا ایک ڈھکوسلہ ہے، جسے محض اپنے جھوٹے دعوی کو سہارا دینے کے لئے گھڑا گیا۔

امت محمدیہ کی فضیلت کے سبب افضلیت پر ایک شبہے کا جواب:

امت محمدیہ کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ امت امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ایمان باللہ پر قائم ہے، حالاں کہ امم سابقہ بھی ان امور کی مکلف تھیں، پھر امت محمدیہ ہی کیوں اس بنا پر افضل قرار دی گئی ہے؟

علامہ رازی رحمہ اللہ اس کا جواب لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام قفال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس امت کی افضلیت باقی امتوں پر اس وجہ سے ہے کہ یہ امت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے سب سے مضبوط طریقے پر عمل کرتی ہے اور یہ مضبوط وعمدہ طریقہ قتال فی سبیل اللہ ہے،

کیوں کہ امر بالمعروف کبھی دل سے، کبھی زبان سے اور کبھی ہاتھ سے ہوتا ہے اور ہاتھ ہی کے ذریعے سے سب سے مضبوط طریقے سے ہوتا ہے، جس میں انسان اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی دین حق اور توحید ورسالت پر ایمان لانا ہے اور منکرات میں سب سے بڑا منکر کفر ہے۔ دین حق کے لئے جہاد کرنا گویا سب سے بڑی نیکی، دین اسلام سے متعارف کرانے اور سب سے بڑی بدی کفر سے بچانے کے لئے خود کو ایک بڑے نقصان وخطرہ کے لئے پیش کرنا ہے۔ یہ امت خطرہ جان ومال کو نظر انداز کر کے یہ فریضہ بجالاتی ہے، اس لئے یہ خیر الامم ہے۔

مگر اس پر سوال ہوتا ہے کہ جہاد پہلی امتوں میں بھی مشروع رہا ہے، اس بنا پر امت محمدیہ کی افضلیت بھی محل نظر ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہماری شریعت میں جس طرح جہاد کو اہمیت حاصل ہے، دوسری شریعتوں میں ایسی اہمیت نہیں رہی۔ اسی خصوصی اہمیت کی بنا پر یہ امت دوسری امتوں سے افضل قرار دی گئی ہے۔“

(تفسیر کبیر للرازی، آل عمران، ذیل آیت:110)

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ امت ہر امت سے بہتر ہے اسی دو صفت میں: امر بالمعروف، یعنی جہاد، ایمان، یعنی توحید کا عقیدہ، (یہ دونوں صفتیں) اس قدر (کسی) اور دین میں نہیں۔

(موضح القرآن، آل عمران، ذیل آیت:110)

یہ ایک تاریخی اور قطعی حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل من حیث الامہ جہاد سے جی چراتی رہی ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے آزادی وطن کے لئے بنی اسرائیل کو قابض دشمنوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کا حکم دیا تھا تو انہوں نے وقت کے نبی کو، انتہائی بے شرمی کے ساتھ، صاف صاف جواب دیتے ہوئے کہا تھا: ”فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔“

(المائدہ:24)

دوسری بات یہ کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں نے ایثار وقربانی اور جذبۂ وفاداری کا اظہار کس طرح کیا؟ اس کا اندازہ صرف حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اس تقریر سے لگایا جا سکتا ہے جو بدر کے موقع پر صحابہ کرام کے مجمع میں کھڑے ہو کر کی۔ آپ نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

”اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں جدھر چاہیں لے جائیں، آپ بااختیار ہیں، جس کے ساتھ چاہیں اچھا سلوک کریں، جس کے ساتھ چاہیں بے تعلقی کا اظہار فرمائیں، جسے چاہیں امن دیں، جس سے چاہیں دشمنی رکھیں، (یعنی ہماری رضا آپ کی رضا میں ہے) ہمارے مال سے جتنا چاہیں لے لیں، ہمارے مال میں سے جو مال آپ کی خواہش کے موافق خرچ ہوگا وہی ہماری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے، ہم آپ کی خدمت میں جو پیش کریں گے اس میں ہماری خوشی اس مال کی نسبت زیادہ ہوگی جو پیش نہ کر سکیں گے، ہم آپ کے معاملات کو اپنے معاملات سے مقدم رکھیں گے۔

اے اللہ کے رسول! آپ نے جس امر کا ارادہ فرما لیا ہے اس پر عمل کر گزریئے، ہم آپ کے قدم بہ قدم ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں سمندر کے کنارے لے جا کر اس میں اتر جانے کا حکم دیں گے تو ہم اس میں بھی کود جائیں گے۔ ہم میں سے کوئی شخص پیچھے رہنے والا نہیں ہوگا۔ ہم دشمن سے ٹکرانے میں ذرہ بھر بھی نہیں گھبراتے، بلکہ ہم تو دشمن کے مقابلے میں میدان جنگ میں ثابت قدم اور ڈٹے رہنے والے لوگ ہیں۔ اللہ کرے میدان جنگ سجے اور پھر ہمارے جوہر دیکھیں، تاکہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔“

(انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون، معروف بہ سیرت حلبیہ، ص: 8 5، علی ابن برہان الدین الحلبی)

الحمدللہ! اس امت کا جذبہ جہاد ہمیشہ جواں رہا ہے، اس گئے گزرے دور میں بھی دنیا کی مادی اورافرادی قوت سے مالا مال کوئی قوم اپنے دین و مذہب کے لئے فدا ہونے کا ایسا جذبہ نہیں رکھتی جیسا کہ امت مسلمہ رکھتی ہے۔

اسی طرح بنی اسرائیل حضرت یوشع علیہ السلام کے بعد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کئی بار اجتماعی طور پر ارتداد اختیار کر چکے ہیں، صنم پرستی کی وبا ان میں عمومی طور پر رہی ہے، اس کے مقابلے میں الحمدللہ! امت مسلمہ من حیث القوم ارتداد اور شرک اور بت پرستی کا کبھی شکار نہیں رہی۔

(بشکریہ ماہنامہ ”الفاروق“ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ)

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیﷺ کی

سیرتِ پاک کے چند روشن ابواب

حافظ محمود راجا، سجاول

علماء کرام اور محدثین نے لکھا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئس سالہ زمانہ نبوت میں چوبیس ہزار مرتبہ وحی نازل ہوئی، بعض مرتبہ ایک ایک دن میں دس دس مرتبہ وحی نازل ہوتی تھی، اور حضرت آدم علیہ السلام پر کل دس مرتبہ، حضرت نوح علیہ السلام پر پچاس مرتبہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اڑتالیس مرتبہ، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دس مرتبہ وحی نازل ہوئی۔ (تذکرۃ خاتم الانبیا)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر بعثت تک کے ان تمام واقعات کو بڑی شرح وبسط سے بیان کیا گیا ہے، صحیح روایتوں سے اس عہد کے جو واقعات علامات نبوت کے تحت آسکتے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

بعثتِ نبوی:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! اپنا حال بیان فرمایئے۔ فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ میری ماں نے جب کہ میں اپنی ماں کے شکم میں تھا، خواب میں دیکھا کہ ان کے بدن سے ایک نور نکلا ہے، جس سے شام کے محل روشن ہوگئے، حضرت عرباض بن ساریہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ اور خاتم الانبیاء اس وقت سے ہوں کہ میرا باپ (آدم) آب وگل میں تھا۔ میں اس کی تفصیل بتاتا ہوں: ''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں آمنہ کا خواب ہوں۔'' اور اسی طرح پیغمبروں کی مائیں خواب دیکھا کرتی ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے آپ کی ولادت کے وقت خواب دیکھا کہ ایک نور ہے، جس سے شام کے محل روشن ہوگئے۔ پھر سورۃ الاحزاب کی یہ آیت پڑھی، جس کا ترجمہ ہے:

''اے پیغمبر! میں نے تجھ کو گواہ اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔'' (الاحزاب:۴۵،۴۶)

احادیث سیر اور دلائل کی کتابوں میں ایسی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہور نبوی کے عہد میں یہود ونصاریٰ ہی خاص طور سے آنے والے پیغمبر کے منتظر تھے اور اس کے جلد ظہور اور بعثت کی مختلف پیشین گوئیاں کر رہے تھے اور مدینہ کے لوگوں اور مکہ کے جویان حق اشخاص میں اس پیغمبر کے ظہور کا خاص ذکر اور چرچا تھا۔

بت خانوں سے غیبی آوازیں:

بکثرت ایسی روایتیں ہیں جن میں بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے بعد لوگوں نے بت خانوں کے اندر آوازیں سنیں کہ اب صنم خانوں کی بربادی کا زمانہ آگیا، پیغمبر صادق کی ولادت ظہور میں آچکی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ایک روایت آگے آتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے ایک خوبصورت سا آدمی گزرا، حضرت عمرؓ نے بلوا کر اس کا تعارف پوچھا، اس نے کہا کہ میں جاہلیت میں کاہن تھا، دریافت فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ تم نے اس زمانے میں عجیب ترین واقعہ کیا دیکھا؟ اس نے کہا کہ میں بازار میں تھا کہ میرا مؤکل جن میرے پاس گھبرایا ہوا آیا اور یہ شعر پڑھا: ''الم تر الجن وابلاسها، وباسها من بعدانکاسها، ونحوفها بالقلاص واحلابها۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ خود مجھ پر اسی قسم کا ایک واقعہ گزرا، ایک بار میں جاہلیت کے بتوں کے پاس سویا تھا کہ ایک آدمی بچھڑا لے کر آیا اور اس کی قربانی کی، ناگاہ اس کے اندر سے بڑے زور سے چیخنے کی آواز آئی، جس سے زیادہ چیخ کی آواز میں نے کبھی نہیں سنی، آواز یہ تھی: ''یاجلیح، امر جنیح رجل فصیح، یقول لا الہ الا اللّٰہ''... اے جلیح! کامیاب بات ایک فصیح کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں... حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ آواز

سن کر سب کود کود کر بھاگ نکلے، لیکن میں اپنی جگہ سے نہ ہلا، اور دل میں کہا کہ اصل حقیقت معلوم کر کے ہی ٹلوں گا، ناگاہ دوسری دفعہ اور تیسری دفعہ وہی آواز آئی۔ اس واقعہ کو کچھ دن گزرے تھے کہ مکہ میں شہرہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا ہے۔

ایرانی مجوسی آگ کے پجاری تھے اور ان کی آگ کے شعلے ہمیشہ جلتے رہتے، دن رات بجھنے نہ دیتے تھے، جب مکہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی، ہمیشہ جلنے والی آگ ایک دم خود بخود بجھ گئی، ایران کے شاہی محل میں زلزلہ آ گیا، کعبہ شریف میں رکھے ہوئے بت زمین پر اوندھے منہ گر گئے، بتوں کے پجاری اپنے ہاتھوں گھڑے ہوئے بتوں کے آگے ہاتھ جوڑ کر پوجا کرنے آئے تو بتوں سے آواز آئی: ”نبی آخر الزماں پیدا ہو چکے ہیں، ہمارا دور ختم ہو چکا۔“ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے والی دائی اماں حلیمہ سعدیہؓ کا تعلق قبیلہ بنو اسعد سے تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ ان عورتوں میں شامل تھیں جو مکہ معظمہ کے شرفاء کے بچوں کی پرورش اور دودھ پلانے کی غرض سے آئی تھیں، سیرت کی کتب کے مطابق یہ واقعہ خود حلیمہؓ سعدیہ کچھ اس طرح سے بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے قبیلے کی عورتوں کے ہمراہ پرورش کے لئے اور دودھ پلانے والے بچوں کی تلاش کے لئے نکلی اور یہ زمانہ قحط کا تھا اور ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا، ایک بھورے رنگ کی گدھی پر سوار ہو کر میں نکلی، ہمارے پاس ایک اونٹنی تھی جس میں دودھ کی کوئی امید بھی نہ تھی، میرا معصوم بیٹا ساری ساری رات بھوک کی وجہ سے روتا رہتا، اور ہم سو بھی نہیں سکتے تھے، نہ میری چھاتی میں دودھ تھا کہ بچے کو پلاتی اور نہ ہی اونٹنی میں، میں جس گدھی پر سوار ہو کر نکلی وہ دبلی اور کمزور تھی، میں دیگر عورتوں سے بہت پیچھے رہ گئی۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کہتی ہیں کہ کوئی بھی عورت ایسی نہ تھی جس پر ننھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیش نہ کیا گیا ہو، لیکن کسی نے بھی یتیم ہونے کی بنا پر گود میں نہیں لیا، جب میں مکہ پہنچی اور مجھے اور کوئی بچہ نہ ملا تو میں نے مجبوراً ننھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گود لیا، جب میں ننھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لے کر اپنی کمزور سی سواری پر بیٹھی تو میری حیرت کی حد ہو گئی کہ میری چھاتیوں میں بھی دودھ بھر آیا، ننھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب اور میرے چھوٹے بیٹے نے بائیں جانب چھاتی سے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور دونوں ساری رات پرسکون سوئے، جب میرے شوہر ہماری بوڑھی اور کمزور اونٹنی کی طرف لوٹے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے سوکھے تھنوں میں بھی دودھ بھرا ہوا تھا اور ہم دونوں میاں بیوی نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور ساری رات آرام سے سوئے، صبح کے وقت مجھے میرے شوہر نے کہا کہ حلیمہ تو نے ایک مبارک اور مقدس بچہ گود لیا ہے اور میں نے بھی کہا کہ ہاں! اللہ کی قسم مجھے بھی یہی یقین ہے، حلیمہ سعدیہؓ یہ بھی کہتی ہیں کہ جب میں نے ننھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کے لئے گود میں لیا اور جب چھاتی کے دائیں جانب دودھ پلایا تو پینا شروع کیا، اس کے بعد جب چھاتی کے بائیں جانب دودھ پلانا چاہا تو منہ میں نہیں لیا، اور رک گئے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس وقت سے ہی انصاف شروع کر دیا تھا، کیوں کہ آپ پوری دنیا میں انصاف کا بول بالا کرنے والے تھے، اس لئے چھاتی کا بائیں طرف والا حصہ اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں ہمیشہ چھاتی کا دایاں حصہ ننھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محفوظ رکھتی تھی اور بایاں حصہ اپنے بیٹے حمزہ کے لئے۔ آگے حضرت حلیمہ سعدیہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب ہم مکہ سے اپنے گاؤں کی جانب روانہ ہوئے اور اپنی کمزور ناتواں گدھی پر سوار ہونے لگے تو اس میں اتنی قوت آ گئی اور تیز ہو گئی کہ قافلے سے بھی آگے نکل گئی، ساتھی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ یہ تیری وہی گدھی ہے، جو مکہ آتے وقت تھی؟ آخر اس کو کیا ہو گیا ہے جو اتنا تیز چل رہی ہے، میں نے ان سے کہا کہ یہ سب کچھ اس چھوٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتیں ہیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کہتی ہیں کہ ہمارے علاقہ میں بہت قحط سالی تھی، لیکن جب چھوٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم اپنے گاؤں لائے تو یہاں کی حالتیں بدل گئیں، جب میری بکریاں چرنے جاتی تھیں تو خوب چر کے آتی تھیں اور دودھ بھی خوب دیتی تھیں، حالانکہ دوسروں کی بکریوں کے تھنوں میں دودھ ہی نہیں تھا، قحط کی وجہ سے ہمارے گاؤں والوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ جہاں پر حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں، وہاں پر تم لوگ بھی اپنی بکریاں چرایا کرو۔ حلیمہ سعدیہؓ کہتی ہیں کہ دو سال تک ہم ننھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتیں سمیٹتے رہے جب تک وہ ہمارے ہاں رہے۔

شق صدر بچپن میں:

تمام ارباب سیر اور بعض محدثین کی روایات کی بنا پر بچپن کے زمانے میں جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ہاں پرورش پا رہے تھے، شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو سب سے پہلے غیبی واقعہ کیا پیش آیا؟ اس کے جواب میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فرشتوں کی آمد اور شق صدر کا واقعہ بیان کیا۔ اس واقعہ کی سب سے مستند روایت وہ ہے جو حماد بن سلمہ اور ثابت البنانی کے واسطہ سے صحیح مسلم، مسند احمد اور ابن سعد وغیرہ میں ہے کہ آپ ایک روز بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے آپ کو پکڑ کر آپ کا سینہ مبارک چاک کیا اور قلب اطہر سے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر پھینک دیا، اور پھر سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے دھو کر سینہ مبارک برابر کر دیا، بچے بھاگتے ہوئے حلیمہؓ سعدیہ کے پاس آئے کہ ننھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے مار ڈالا، حلیمہؓ سعدیہ آئیں تو دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سینۂ مبارک پر اس آپریشن کے ٹانکے کے نشان ہم کو نظر آتے تھے۔ مستدرک میں بھی اسی قسم کی ایک اور روایت خالد بن معدان سے عتبہ بن عبدالسلمیؓ کے واسطہ سے مذکور ہے، ایک صحابیؓ اپنے والد صاحب سے روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں حج کرنے مکہ گئے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص طواف میں مصروف ہے اور اس کی زبان پر شعر میں یہ دعا ہے: ”ردالی راکبی محمداً، یارب ردو اصنع عندی براً“...اے میرے پروردگار! میرے سوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بھیج اور مجھ پر یہ ایک احسان کر....وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ عبدالمطلب ہیں، ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا، انہوں نے اپنے پوتے کو ڈھونڈنے کے لئے بھیجا ہے، وہ اب تک لوٹ کر نہیں آیا، ان کا یہ پوتا ایسا ہے کہ انہوں نے جب کسی کام کے لئے ان کو بھیجا ہے ان کو کامیابی ہی ہوئی ہے۔ کچھ دیر کے بعد آپ ﷺ اونٹ لے کر واپس آتے نظر آئے، عبدالمطلب نے ان کو سینہ سے لگا لیا۔

بے ستری میں آپ کا غش کھا کر گرنا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی بچے ہی تھے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر درپیش ہوئی، تمام شرفائے مکہ اس مقدس گھر کے معمار اور مزدور بنے، بچے اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، انہی بچوں کی صف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے، حضرت عباسؓ نے آپ سے کہا کہ تہبند کھول کر گردن پر رکھ لو کہ پتھر کی رگڑ سے گردن پر خراش نہ آئے، آپ نے چچا کے حکم کی تعمیل کی، دفعتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم غش کھا کر گر پڑے اور آنکھیں آسمان سے لگ گئیں، جب ہوش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر تھا کہ میرا تہبند، میرا تہبند، لوگوں نے تہبند کمر سے باندھ دیا۔ یہ صحیحین کی روایت ہے۔ حاکم اور ابونعیم میں ہے کہ ابوطالب نے اس واقعہ کے بعد دریافت کیا تو فرمایا کہ مجھے ایک سفید پوش مرد نظر آئے، جس نے کہا کہ: ”ستر پوشی کر۔“ بیہقی اور ابن سعد میں اور حاکم کی دوسری روایت میں ہے کہ ندا آئی کہ ”اے محمد! اپنے ستر کو چھپاؤ۔“ ان روایتوں میں ہے کہ غیب کی یہ پہلی آواز تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی دی۔

نیند طاری ہونا:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: بعثت سے پہلے صرف دو مرتبہ میرے دل میں غلط خیال آیا اور دونوں مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا، ایک دفعہ رات کو میں نوجوان چرواہوں کے ساتھ مکہ سے باہر تھا، میرے دل میں آیا کہ شہر کے اندر جا کر لطف احباب اٹھاؤں، چلا تو سر راہ شادی کا ایک جلسہ نظر آیا، میں دیکھنے کھڑا ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نیند طاری فرما دی، اس وقت تک میں نہ جاگا جب تک سورج کی کرنوں نے آکر میرے شانے نہ ہلائے، دوسری بار جب خیال آیا تو پھر بھی یہی واقعہ گزرا، اس کے بعد مجھ کو جاہلیت کا کوئی بھی ارادہ نہ ہوا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نبوت سے مشرف فرمایا۔

پتھروں سے سلام کی آواز:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھ کو نبوت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا اور میں اب بھی اس پتھر کو پہچانتا ہوں۔ یہ صحیح مسلم، مسند احمد اور مسند دارمی کی روایت ہے۔ دوسری روایتوں میں ہے کہ ”میں مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت کے زمانے میں مجھ کو سلام کیا کرتا تھا“

خواب میں فرشتوں کی آمد:

نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت خواب میں فرشتے نظر آتے تھے، صحیح بخاری میں ہے کہ آغاز وحی سے پہلے خواب میں تین فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ دوسرے لوگوں کے ساتھ کعبہ کے احاطہ میں آرام فرما رہے تھے کہ ایک نے پوچھا کہ ”ان میں وہ کون ہے؟“ بیچ والے نے جواب دیا: ”ان میں جو سب سے بہتر ہے۔“ پچھلے نے کہا: ”تو ان میں سے بہتر کو لے لو۔“ اس کے بعد وہ لوگ چلے گئے۔ (جاری ہے)

بقیہ:......اداریہ

سادسہ، سابعہ اور دورہ حدیث کی تکمیل ۱۹۷۷ء میں ایشیاء کے اس مقتدر معدن علم میں خیر الرجال اور کامل علماء واولیاء کے استفادہ کے ساتھ مکمل ہوئے۔ گاہ گاہ حضرت بنوریؒ کے درس بخاری میں بیٹھنے کی کوشش کرتا تھا اور تقریباً بلاناغہ شام کو کسی وقت رفیق محترم مولانا حافظ قاری مفتاح اللہ صاحب سے حضرت کے اسباق کے خصوصی نکات کا پتہ کرتا تھا۔

اس عاجز کو درجۂ خامسہ سے ہی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے بڑے اساتذہ نے مسجد چراغ الاسلام F-11 نیو کراچی امامت وخطابت کے لئے بھیجا تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی مسجد تھی اور چاروں طرف گندہ پانی اور مقامی لوگوں کی بھینسوں کے باڑے ہوتے تھے۔ چند مخلص موحدین کی وجہ سے اکثر اہل حق امام تجویز ہوتا تھا۔ چنانچہ اس عاجز کی تقریر وخطابت کا کسی حد تک شہرہ طالب علمی میں ہی ہوا تھا، طلبا تقریر سیکھنے کے لئے بزم ادب وغیرہ منعقد کرتے تھے اور شب جمعہ کو مختلف طلبا کی مختلف تنظیموں کی تقریر و بیان سیکھنے کے لئے مشقیہ بیانات ہوتے تھے، جن میں اس عاجز اور نابکار کا بیان اچھا سمجھا جاتا تھا۔ سال کے آخر میں بڑے اساتذہ کی موجودگی میں انجمنوں کے چیدہ چیدہ مقررین مقابلے میں تقریریں کرتے تھے، اس میں بھی اس عاجز کو اساتذہ کی توجہات اور دعائیں حاصل رہی تھیں۔ یاد پڑتا ہے کہ حضرت بنوریؒ کی موجودگی میں آخری انجمن میں اس عاجز کی تقریر کے دوران امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی ’’عقیدۃ الاسلام‘‘ سے ان کے نعتیہ کلام کے اشعار پڑھے اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے آخری شعر بھی پڑھ لیا، جو کہ اس طرح ہے:

کس نیست از ایں امت تو آں کہ چوں باروئے سیاہ آمدہ موئے زریری انور

بس یہ شعر سنناتھا اور فنافی الشیخ حضرت بنوریؒ پر رقت طاری ہوگئی اور انجمن کی فضا سوگواری ہونے لگی اور یہ عاجز بھی خوفزدہ ہوکر بیٹھ گیا۔ بعد میں حضرت اقدس مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ اور فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت بہت خوش ہوئے اور آپ کی قوت گویائی کی داد دینے لگے، یہ ان کی حسن نظر تھی ورنہ:

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل نسیم صبح تیری مہربانی

یوں نیو کراچی مسجد چراغ الاسلام جانے میں بھی ان بڑے اساتذہ کی تاکید اور ارشاد شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نیو کراچی F-11 جامع مسجد چراغ الاسلام کی امامت اور خطابت کے دوران جس کی کل مدت ڈیڑھ سال ہوگی، وہ میرے درجہ خامسہ اور سادسہ کے سال تھے۔‘‘

حضرت مولانا مفتی محمد زر ولی خان صاحب کو نیو کراچی سے جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال میں لانے والے ہمارے بزرگوں کے محب اور ان سے تعلق رکھنے والے جناب ممتاز بیگ صاحب تھے، ان کے بارہ میں حضرت لکھتے ہیں کہ: ’’جناب بیگ صاحب موقع سے فائدہ اٹھا کر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب اور شیخ الحدیث فقیہ العالم مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی اور استاذ گرامی قدر مولانا مصباح اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ بزرگوں کی خدمت میں پہنچے اور ان سے درخواست کی کہ مجھے نیو کراچی سے جامع مسجد احسن گلشن اقبال منتقل ہونے کا حکم دیں۔ چنانچہ اساتذہ کرام نے مجھ عاجز کو نیو کراچی کے بجائے جامع مسجد احسن گلشن اقبال آنے اور یہاں امامت وخطابت اختیار کرنے کا حکم دے دیا۔ جب یہ عاجز وفقیر جامع مسجد احسن میں بحیثیت امام وخطیب مقرر ہوا۔ مسجد میں چند نمازی ہوتے تھے اور مسجد کے سامنے ایک ٹینکی تھی، اس پر ٹوٹیاں لگی ہوئی تھیں اور چاروں طرف کیکری جنگل تھا، لوگ طہارت

کے لئے لوٹے میں پانی بھر کر اندر جاتے تھے، بعد میں میری آمد پر بیگ صاحب کے حکم پر بلاکوں کی ایک چاردیواری سی بنادی گئی، جس میں صرف استنجا اور ضروری طہارت ہوسکتی تھی، قضائے حاجت کے لئے بھی کیکروں والے جنگل ہی جانا ہوتا تھا۔ میری امامت اور خطابت شروع ہوئی، خدا تعالیٰ نے ابتداءً سے لوگوں کو مسائل سمجھانے اوران کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانے کا خاصہ سلیقہ دیا تھا اور اس طریقہ میں ہمیشہ سو فیصد کامیابی نظر آئی۔ میں عمومی نمازوں کے بعد کبھی کبھی فجر کے بعد اور کبھی عشاء کی نماز کے بعد کوئی ایک آیت یا حدیث شریف یا فقہی مسئلہ بیان کرتا تھا، لوگ شوق سے سنتے اور بیٹھتے اور بیٹھنے والوں میں شوق سے سننے والوں میں حد درجہ لائق اور قدردان محترم و مکرم ممتاز محمد بیگ صاحب تھے۔ میرے درس کو بھی وہ بہت اہمیت سے سنتے اور اچھے مضامین اور تحقیقی گفتگو پر دوسرے لوگوں سے والہانہ تذکرہ کرتے تھے۔ یہ بالکل ابتدائی ایام تھے اور شاید چند مہینے گزرے ہوں گے کہ ایک نوجوان نہایت خوبرو صحت منداونچے قد کاٹھ اور بہترین گھرانے کا لائق فائق گو وہ کالج یا کسی کمپنی سے متعلق تھا، لیکن علم کی قدر اور علماء سے خوشہ چینی اوران کا احترام وادب کرنا ان کی فطرت ثانیہ معلوم ہورہی تھی، انہوں نے مجھ سے ترجمۂ قرآن کی خواہش کی، میں نے منظور کی، وہ چھوٹے سائز کا قرآن مجید جس میں شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کا ترجمہ اور حاشیہ تھا، وہ لے کر مسجد میں دائیں طرف کونے پہ ایک تکونے امام کی ضرورت کے لئے بنے ہوئے کمرے میں فجر کے بعد بلاناغہ آتا تھا اور دو چار آیتیں ترجمہ و تفسیر پڑھ کر پھر میرے چائے بنانے یا میرا ناشتہ بنانے میں ایک چولہا سیٹ کرتا تھا، جس میں ایک ٹھیکری استعمال ہوتی تھی اور وہ ہر روز ٹوٹتی تھی (یہ غالباً ۱۹۸۸ء تھا)۔ یہ ہمارے مخلص دوست اس عاجز و فقیر کے کائنات علم کا نقش اول اور اساس الخیر برادرم پروفیسر مزمل حسن صاحب تھے۔ جن کی تعلیم اور ابتدائی اخلاص اور اس عاجز سے انسلاک اور تعلق ایک عظیم اور مقتدر بار بردار مثمرہ بن کر آگے سامنے آیا کہ آج احسن العلوم پورے ملک میں علم و تحقیق کی کائنات میں حداد اور استعداد، تعمیر و تعلیم میں اہل حق کا مقتدر مسلمہ ادارہ مانا جاتا ہے۔ مزمل بھائی اس کے طالب اول اور بعد میں اس کی تعمیر و تاسیس میں معمار اول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مزمل بھائی جب ترجمہ پڑھنے لگے تو ایک دن میں نے ان سے کہا کہ اگر یہی ترجمہ آپ نماز فجر کے بعد مصلی پر پڑھیں تو آپ کے ساتھ اور بھی کچھ لوگ قرآن مجید سے استفادہ کرسکیں گے اور یوں یہ دو رکنی درس ترجمہ و تفسیر جامع مسجد احسن کے مصلے پر بعد نمازِ فجر ہونے لگا۔ اب یہ وہ درس ہے جس میں چار پانچ ہزار علماء، طلبا، رجال اور نساء بلکہ انٹرنیٹ کے ذریعے تین لاکھ سے متجاوز حضرات ترجمہ و تفسیر میں شریک رہے ہیں۔ ترجمہ فجر کے بعد جامع مسجد احسن کے مصلے پر شروع ہوگیا، تمام نمازی تپائیوں پر قرآن مجید کھول کر بیٹھتے تھے۔ یہ درس بلاناغہ روزانہ کم از کم ایک گھنٹہ ہوتا تھا۔ جمعہ والے دن یا کسی بھی چھٹی کے دن یہ درس ڈیڑھ گھنٹہ اور پونے دو گھنٹہ تک رہا ہے اور جب تین سال کے عظیم عرصہ میں یہ درس مکمل ہوا تو سو کے قریب محلے کے بزرگ اور نوجوان اس میں شرکت فرماتے تھے۔ مزمل صاحب کے گھر پر یوم الجمعہ کو ترجمہ و تفسیر کی تکمیل کی خوشی میں ایک مقتدر دعوت ہوئی، جس میں استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ تشریف لائے، آپ نے جمعہ کا خطاب فرمایا، خطبہ اور نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ترجمہ و تفسیر کے پڑھنے والوں کے سروں پر شرف واعزاز کے رومال اور عمامے باندھے اوران میں شرکت کرنے والے حضرات کو اعلیٰ نسخہ تفسیر شیخ الہند جسے تفسیر عثمانی کہتے ہیں، ہدایا میں تقسیم کیں، حضرت مفتی صاحب انتہائی محظوظ تھے اور فرمایا کہ: ہماری دانست میں اس کام کی مثال نہیں جس میں عوام کو قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر، فقہ کی کتاب نورالایضاح اور علامہ شمس الدین ذہبی کی الطب النبوی اور شیخ سعدی شیرازی کی گلستان اس شان و شوکت سے پڑھائی جاتی ہو، یہ سب اللہ بزرگ و برتر کا احسان ہے:

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی   منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت"

’’محمد علی نام کا ایک طالب علم کالج کا شوق وذوق سے مسجد میں آنے لگا تھا، ایک دن اس نے پوچھا کہ ایسی کوئی کتاب بتادیں، جس کے پڑھنے سے ایمان مضبوط ہوجائے تو میں نے کہا کہ: وہ کتاب قرآن کریم ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے ھدی للمتقین اور ھدی للناس بنا کر بھیجا ہے۔ محمد علی نے خواہش ظاہر کی کہ اگر فجر کے علاوہ اور کوئی وقت ہو تو میرے ساتھ بہت سارے کالج کے لڑکے بھی ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ اس کے لئے نماز عصر کے بعد ترجمہ وتفسیر پڑھانا تجویز ہوا، کیونکہ فجر کا درس ایک عالمگیر درس بن چکا تھا اور اس میں شرکاء کی تعداد سو کے قریب ہوچکی تھی، اس لئے ان کالجی لڑکوں کے لئے عصر کے بعد قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پڑھانا شروع کردیا۔ درس بھی نہایت ہی آب وتاب سے شروع ہوا اور ان طالب علم کے علاوہ نمازی حضرات بھی معمول کے مطابق بیٹھنے لگے اور نماز فجر والے درس کی طرح تپائیاں بچھیں اور سب کے سامنے قرآن مجید رکھا جاتا اور ہر شخص قرآن مجید کھول کر سبق پڑھنے کی طرح اس کی پابندی کرتا۔ یہ درس تقریباً دس برس جاری رہا اور دس سال میں تین مرتبہ ختم ہوا۔ واضح رہے کہ نماز عشاء کے بعد نورالایضاح اور علامہ شمس الدین ذہبیؒ کی الطب النبوی کا بھی درس ہوتا تھا۔ جس میں صبح کے درس والے اور عصر کے درس والے سب باقاعدہ شریک ہوتے تھے.... جبکہ ڈاکٹر اویس سب میں کم عمر صاحب علم تھے اور وہ نورالایضاح زبانی یاد کرتے تھے، نورالایضاح کی نہایت مشکل اور طویل عبارات اس کی نوک زبان پر ہوتیں اور یہ سب درس کے ذوق وشوق کے نظارے تھے:

یہاں تک بڑھ گئے وارفتگی شوق کے نظارے ‏ ‏ ‏ ‏ حجابات نظر سے پھوٹ نکلا حسن جاناناں

یہی لڑکے باقاعدگی سے اکثر نمازوں میں شریک ہوتے تھے، رمضان شریف کے آخری عشرے میں اس عاجز وفقیر کے ہمراہ اعتکاف کرتے تھے اور رائیونڈ کے سالانہ اجتماع میں ساتھ جاتے تھے، کیونکہ اس طرح ان کی تربیت اور اصلاح مقصود تھی۔ وقتاً فوقتاً مناسب اور موزوں کتب بھی تقسیم ہوتی تھیں۔ چنانچہ فضائل صدقات اور تبلیغی نصاب کے علاوہ محقق العصر حضرت مولانا سرفراز خان صاحبؒ کی بیشتر کتب جیسے راہِ سنت، تسکین الصدور، عبارات اکابر، گلدستۂ توحید اور سوانح مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور شوقِ حدیث وغیرہ، ان کو مختلف اوقات میں ہدایا میں دی جاتی تھیں۔‘‘ (دیکھئے مولانا مفتی زرولی خانؒ کی خودنوشت بنام احسن البرہان)

حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب کے تعارف وتذکرہ پر یہ چند اقتباسات اس لئے نقل کئے گئے تاکہ قارئین خصوصاً علماء کرام اور ائمہ و خطباء حضرات کو معلوم ہو کہ اپنی مسجد اور منبر کو کس طرح استعمال کرکے زیادہ سے زیادہ امت مسلمہ کے عوام الناس کی راہبری وراہنمائی اور دینی خدمت بجالائی جاسکتی ہے اور کس طرح ان میں دین کا شوق وذوق اور رغبت کو بڑھایا جاسکتا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خانؒ کچھ عرصہ بیمار رہے، آپ کو سانس اور دل کا عارضہ ایک عرصہ سے لاحق تھا۔ معمول کے چیک اپ کے لئے انڈس ہسپتال تشریف لے گئے، لیکن طبیعت زیادہ خراب ہوئی، ایک دن ہسپتال میں رہ کر سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ دوسرے دن بروز منگل صبح گیارہ بجے جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کے قریب گراؤنڈ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جس کی امامت آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب نے کرائی، جس میں بلامبالغہ لاکھوں لوگ شریک ہوئے، جس میں علماء، صلحاء، بزرگ، اکابر آپ سے محبت رکھنے والے اہل علم دوست عوام الناس جوق در جوق شریک ہوئے۔ آپ کے پسماندگان میں ایک بیوہ ایک بیٹا اور ۳ بیٹیاں موجود ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے، آپ کے لواحقین، تلامذہ مستفیدین، مریدین اور متعلقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ آپ کو جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ آپ کے ادارہ کو ہمیشہ پھلتا پھولتا اور آباد وشاد رکھے اور اپنے خزانۂ غیب سے اس کی ضروریات کی کفالت فرمائے۔ آمین۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

تحریک ختم نبوت پر ایک تاریخی دستاویز

نابغہ وعبقری شخصیت کے مالک حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کو تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر ایک جری، دلیر اور تہور پیشہ سپہ سالار کی حیثیت حاصل ہے۔ تقریر وتحریر ہو یا مباحثہ ومناظرہ، دونوں میں انہیں لاثانی خداداد ملکہ حاصل ہے۔ مطالعہ وتحقیق اور تصنیف وتالیف ان کے محبوب ومرغوب مشاغل ہیں۔

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کی نئی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' نہایت مبسوط، مدلل، مربوط، جامع اور تحقیقی کتاب ہے۔ **۱۹۳۴ء کی ختم نبوت کانفرنس قادیان سے دسمبر ۲۰۱۹ء تک** تحریک ختم نبوت جن مراحل سے گزرتی رہی، اس کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹ کو جمع کردیا گیا ہے۔ دس ضخیم جلدوں کے ساڑھے چھ ہزار صفحات پر مشتمل قریباً ایک صدی کی عشق ومحبت کی داستان لازوال جو ایمان پرور، جہاد آفرین بھی ہے اور حقائق افروز بھی۔ اس کی ترتیب وتہذیب اور تالیف وتدوین بڑی عرق ریزی، دقت نظر اور حسن عقیدت سے کی گئی ہے۔ انداز نگارش ایسا سحر انگیز ہے کہ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے جیسے مولانا خود ان تمام حالات وواقعات کے عینی شاہد ہیں۔

یہ کتاب کارکنانِ تحفظ ختم نبوت کے لئے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں ایمان پرور واقعات، اکابرین کے ولولہ انگیز خطابات، پس پردہ حقائق، ہوشربا انکشافات، حکمرانوں کی قادیانیت نوازی اور مختلف اعلیٰ عدالتی فیصلوں کا بھرپور تذکرہ ہے، جس کے مطالعہ سے دلوں میں عقیدت ومحبت کی ایک برقی رو دوڑ جاتی ہے۔ دینی غیرت وحمیت کی ایسی پُرسوز وگداز کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ خون جوش مارتا اور آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں۔ ایسی کیفیات اور احساسات کو جاننے اور سمجھنے کے لئے اس تاریخی کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب کارکنانِ تحفظ ختم نبوت کے لئے انمول سوغات اور سدابہار گلدستہ ثابت ہوگی۔ مزید برآں اس اہم موضوع پر ریسرچ کرنے والے اسکالرز اور طالب علموں کے لئے بھی چراغ راہ کا کام کرے گی۔

مکمل سیٹ کی رعایتی قیمت صرف 2500 روپے

facebook amtkn313
WWW.AMTKN.COM
ameer@khatm-e-nubuwwat.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	صفحات	رعائتی قیمت
1	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	1129	350
2	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	672	200
3	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	752	200
4	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	3240	1000
5	فتاوی ختم نبوت (تین جلدیں)	مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ	1644	1000
6	محاسبہ قادیانیت .جلد نمبر 1	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	480	200
7	محاسبہ قادیانیت .جلد نمبر 2	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
8	محاسبہ قادیانیت .جلد نمبر 3	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	572	200
9	محاسبہ قادیانیت .جلد نمبر 4	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	544	200
10	محاسبہ قادیانیت .جلد نمبر 5	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
11	محاسبہ قادیانیت .جلد نمبر 6	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	552	200
12	محاسبہ قادیانیت .جلد نمبر 7	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	440	200
13	محاسبہ قادیانیت .جلد نمبر 8	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل		200
14	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	2952	800
15	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	688	300
16	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1672	500
17	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	216	100
18	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	192	100
19	تذکرہ حکیم العصرؒ (مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	376	100
20	لولاک کا خواجہ خواجگانؒ نمبر	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان	1008	300
21	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	296	100
22	مشاہیر کے خطبات ختم نبوت	جناب صلاح الدین بی، اے ٹیکسلا	312	100
23	قادیانی تفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمد عمران	352	200

نوٹ:...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطۂ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں۔

ملنے کا پتہ: مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون: 061-4583486